﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمٰنِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمٰنَ﴾

اللہ تعالیٰ بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں کرتا البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے کسی مقصد سے کھائی ہیں۔

احکامِ قسم و نذر

www.KitaboSunnat.com

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) ☎ 4591911

ناصر روڈ۔ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْ اَيْمٰنِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمٰنَ﴾

اللہ تعالیٰ بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں کرتا البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے کسی مقصد سے کھائی ہیں

احکام قسم و نذر

مؤلفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد علی جانباز حفظہ اللہ تعالیٰ

www.KitaboSunnat.com

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ) 4591911

ناصر روڈ۔ سیالکوٹ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : احکام قسم ونذر

مؤلفہ : شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانباز

طبع : اول

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت :

سن اشاعت: ۲۰۰۵ء

کمپوزنگ : العرفان کمپوزرز. گوجرانوالہ

ناشر: ادارۂ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)

4591911

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

صفحة	عنوانات	نمبر شمار
۶	عرضِ مؤلف	۱
۷	اَحکامِ قسم	۲
۷	یمین (قسم) کا حکم	۳
۹	قسم کا شرعی ثبوت	۴
۱۱	قسم کی قسمیں	۵
۱۱	① قسم لغو	۶
۱۱	② قسم منعقدہ	۷
۱۱	قسم کے لیے دل کا ارادہ اور قصد	۸
۱۲	③ قسم غموس	۹
۱۲	جھوٹی قسم شدید ترین گناہ کبیرہ ہے	۱۰
۱۴	جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے	۱۱
۱۸	خود حضور ﷺ کے فیصلہ سے بھی دوسرے کی چیز حلال نہیں ہوسکتی	۱۲
۲۰	دعوے کے لیے دلیل اور ثبوت ضروری ہے	۱۳
۲۷	جھوٹی قسمیں کھانا منافقوں کا کام ہے	۱۴
۲۴	قسم واقع ہونے کی شرطیں	۱۵
۲۵	غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت	۱۶
۲۷	اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی قسم کھانے کا مسئلہ	۱۷
۴۱	اگر قسم توڑ دینے میں بھلائی ہو تو اس قسم کو توڑ دینا چاہیے	۱۸
۴۴	کسی تنازعہ کی صورت میں قسم اٹھوانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا	۱۹
۴۵	اسلام سے بیزاری کی قسم کا مسئلہ	۲۰
۴۶	آنحضرت ﷺ بعض مواقع پر کس طرح قسم کھاتے تھے	۲۱

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۲۲	غیر مناسب قسم توڑ دو اور اس کا کفارہ ادا کرو	۴۷
۲۳	قسم کے ساتھ ان شاء اللہ کہنے کا مسئلہ	۴۸
۲۴	عقود و معاملات	۵۰
۲۵	وہ الفاظ جن سے قسم پڑ جاتی ہے	۵۰
۲۶	اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کا حکم	۵۱
۲۷	قسم میں تعلیق	۵۱
۲۸	قسم کا تکرار	۵۲
۲۹	دوسرے کی طرف سے قسم کھانا یا دلانا	۵۲
۳۰	قسم کا کفارہ کب واجب ہوگا	۵۲
۳۱	قسم کا کفارہ ادا کرنے کا طریقہ	۵۳
۳۲	کھانا کھلانے سے متعلق یہ امور ملحوظ رکھے جائیں	۵۴
۳۳	کپڑا پہنانے سے متعلق یہ باتیں ملحوظ رہیں گی	۵۴
۳۴	طلاق کی قسم کھانا حرام ہے	۵۵
۳۵	ایلاء اور اس کا حکم	۵۵
۳۶	**اَحکامِ نذر**	۶۲
۳۷	نذر کی تعریف	۶۲
۳۸	نذر کی حیثیت اور ثبوت	۶۲
۳۹	نذر کی قسمیں	۶۳
۴۰	(۱) تبرر	۶۴
۴۱	(۲) لجاج	۶۴
۴۲	نذر کی ممانعت	۶۶
۴۳	جس نذر کو پورا کرنے میں گناہ ہوتا ہو اسے پورا نہ کرو	۶۸
۴۴	نذر کا کفارہ	۶۹
۴۵	نذر کی جن باتوں کو پورا کرنا ممکن نہ ہو ان کو پورا نہ کرنے کی اجازت	۷۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صفحة	عنـــــــــوانات	نمبر شمار
۷۲	نذر ماننے والے کے ورثاء پر نذر پوری کرنا واجب ہے یا نہیں؟	۴۶
۷۳	اپنا سارا مال خیرات کر دینے کی ممانعت	۴۷
۷۵	صرف اسی نذر کو پورا کرو جو جائز ہے	۴۸
۷۶	دف بجانے کی نذر کو پورا کرنے کا حکم	۴۹
۷۷	تہائی مال سے زیادہ صدقہ کرنے کی ممانعت	۵۰
۸۰	کسی خاص جگہ پر نماز پڑھنے کی نذر ماننا	۵۱
۸۱	نذر کا کوئی جز اگر ناممکن العمل ہو تو اس کا کفارہ...............	۵۲
۸۳	ناجائز نذر کا کفارہ دینا واجب ہے	۵۳
۸۴	جائز اور ناجائز نذر	۵۴
۸۵	جان قربان کرنے کی نذر کا مسئلہ	۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرضِ مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ○

قسم اور نذر شریعت کے اہم مسائل میں سے ہیں، روزمرہ کی زندگی میں اکثر وبیشتر ان کا استعمال ہوتا ہے۔ اکثر لوگوں کو چونکہ شریعت کے مسائل کا علم نہیں ہوتا اس لیے ان مسائل میں اکثر غلطیاں کر جاتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ایسی فاش غلطیاں ہوتی ہیں جو شرک کے دائرہ میں آتی ہیں۔ اس لیے لوگوں کو ان مسائل سے آگاہ کرنے کی ضرورت تھی۔ اردو زبان میں ان مسائل پر کوئی مستقل کتاب یا رسالہ نظر سے نہیں گزرا اس لیے یہ رسالہ لکھ کر لوگوں کی اس ضرورت کو پورا کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

طالب دعا بندۂ عاجز

محمد علی جانباز

۲۰۰۵ء-۱۰-۱۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ قسم

عربی لغت میں قسم کو یمین کہتے ہیں اور یمین کا لفظ تین معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

(۱) دایاں ہاتھ (۲) قوت (۳) قسم

بعد میں اس کا استعمال حلف، یعنی قسم کھانے کے لیے ہونے لگا، کیونکہ قبل از اسلام یہ دستور تھا کہ جب لوگ باہم کسی بات پر حلف اٹھاتے تو ایک دوسرے کا ہاتھ تھام کر قسم کھاتے، یا اس لیے کہ قول وقرار کی پختگی اور قوت کو ظاہر کرنے کے لیے یمین، یعنی دائیں ہاتھ سے اس لیے تشبیہ دی جاتی کہ وہ بائیں ہاتھ سے زیادہ طاقتور سمجھا جاتا تھا۔

یمین (قسم) کا حکم:

کسی بات کو مؤکد کرنے اور اس میں زور پیدا کرنے کے لیے قسم کھائی جاتی ہے۔ قسم کی شرعی حیثیت حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی رہتی ہے۔ جب حلف پر کسی امر واجب کی تعمیل موقوف ہو تو وہ واجب ہو جاتا ہے، مثلاً ایک بے قصور انسان کو جس نے خون نہیں کیا، موت سے بچانا اگر حلف پر موقوف ہو تو حلف اٹھانا واجب ہے، اسی طرح کسی ایسے کام کے لیے حلف اٹھانا جو ناروا یا خلاف حق ہو حرام ہے۔ قسم کھانا کبھی مستحب ہوتا ہے۔ جب کسی نیک کام کی اہمیت جتانا، اس کی طرف رغبت دلانا، یا بری بات سے نفرت دلانا مقصود ہو، اسی قبیل سے ہے، جھگڑا مٹانے کے لیے قسم کھانا، مسلمان کے دل سے کینہ دور کرنے کے لیے یا کسی کو کسی کے شر سے بچانے کے لیے قسم کھانا وغیرہ۔

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی اچھے کام کو چھوڑنے اور کسی ناپسندیدہ بات کو اختیار کرنے کی قسم مکروہ ہے اس کے برعکس طاعت الٰہی کے لیے یا ترک معصیت کے لیے قسم کھانا مباح ہے' اپنے مدعا کی تاکید کے لیے یا اپنے کو سچا ثابت کرنے کے لیے قسم کھانا بھی مباح ہے۔ کسی امر کی اہمیت جتانے کے لیے قسم کی مثال آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد ہے:

''وَاللهِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَّلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا''.

(بخاری: کتاب الجمعہ' بیہقی: ج۱' ص۲۶)

''بخدا وہ بات جو مجھے معلوم ہے اگر تمہیں معلوم ہو جائے تو تم بلاشبہ کم ہنسو اور زیادہ روؤ۔''

جس طرح قسم کھانا واجب وحرام' مکروہ ومستحب اور مباح ہو جاتا ہے اسی طرح سے قسم توڑنا بھی کبھی واجب ہو جاتا ہے' اگر کسی نے قسم کھا کر کہا شراب پیوں گا' یا نماز نہیں پڑھوں گا۔ تو اس پر واجب ہے کہ قسم توڑ دے اور کفارہ دے۔ کبھی قسم توڑنا حرام ہوتا ہے جب صورت اس کے برعکس ہو' مثلاً بدکاری سے اجتناب کی قسم کھانا اور نماز مفروضہ قائم کرنے کی قسم کھانا تو ایسی قسم کا توڑنا حرام ہے۔ کبھی قسم توڑنا مستحب ہوتا ہے' اگر کسی امر مستحب سے باز رہنے کی قسم کھائی' اسی طرح اگر کسی امر مکروہ کو نہ کرنے کی قسم کھائی تو اس کا توڑنا بھی مکروہ ہے۔ کبھی قسم کھانا خلاف اولیٰ ہوتا ہے۔ مثلاً کسی مباح کام کے نہ کرنے کی قسم کھائی جیسے کسی غذا کے نہ کھانے کی تو بہتر یہی ہے کہ اللہ کے نام کا پاس کرتے ہوئے اسے پورا کرے اور اگر توڑ دی تو بہر حال کفارہ واجب ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی نے گناہ کرنے کی قسم کھائی تو اس پر واجب ہے کہ قسم توڑ دے' مثلاً یہ کہ میں اپنے ماں باپ سے ایک دن یا ایک مہینہ کلام نہیں کروں گا۔ اگر کسی گناہ کو نہ کرنے کی قسم کھائی تو اس پر فرض ہو گیا کہ قسم پر قائم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہے اسے ہرگز نہ توڑے واجب کو ترک نہ کرے اگر واجب ترک ہوتا ہو تو قسم کو توڑ دینا فرض ہے اگر ایسے کام کی قسم کھائی جس کا نہ کرنا بہتر تھا یا جس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر تھا یا کرنا نہ کرنا دونوں برابر تھے اس کی مثالیں یہ ہیں: ''اللہ کی قسم! میں آج پیاز کھاؤں گا۔'' یا ''اللہ کی قسم! میں آج نماز چاشت پڑھوں گا۔'' یا ''اللہ کی قسم! میں آج روٹی نہیں کھاؤں گا۔'' تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَاحۡفَظُوۡۤا اَیۡمَانَكُمۡ ؕ﴾ ''اپنی قسموں پر قائم رہا کرو۔'' قسم میں اگر وقت کی قید نہیں لگائی گئی تو قسم کھانے والا عمر بھر حالت قسم میں رہے گا اور اس کو توڑنے پر کفارہ واجب ہو گا۔ اسی لیے بے وجہ اور بے مقصد قسم کھانا شریعت میں ناپسندیدہ ہے اس سے اللہ کی ذات یا اس کی کسی صفت کی توہین ہوتی ہے اور وہ شخص بھی ذلت واہانت سے دیکھا جاتا ہے۔

قسم کا شرعی ثبوت:

اللہ تعالیٰ کی یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کی قسم کھانا تاکہ عہد کو پورا کرنے کی ترغیب اور اللہ کی عظمت کا اعتراف ہو۔ قرآن حدیث اور اجماع سے ثابت ہے قرآن میں ارشاد ہے:

﴿لَا یُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغۡوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِكُمۡ وَلٰكِنۡ یُّؤَاخِذُكُمۡ بِمَا عَقَّدۡتُّمُ الۡاَیۡمَانَ﴾ (المائدة: ۸۹)

''اللہ تعالیٰ بے مقصد قسموں پر گرفت نہیں کرتا البتہ ان قسموں پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے کسی مقصد سے کھائی ہیں۔''

ابوداود میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے:

''وَاللهِ لَاَغْزُوَنَّ قُرَيْشًا''.

''بخدا میں قریش سے ضرور جہاد کروں گا۔''

یہ الفاظ حضور ﷺ نے تین بار فرمائے اور آخری بار ان شاء اللہ کا اضافہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔ روایات میں ان الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کا قسم کھانا مذکور ہوا ہے۔ "لَا وَمُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ". "دلوں کو بدلنے والے کی قسم!" اور "وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ." "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔"

تمام فقہائے امت کا اجماع ہے کہ قسم امور شرع میں سے ہے۔

قرآن کریم کی آیت مذکورہ میں بظاہر لغو سے وہی قسم مراد ہے جس پر کفارہ نہیں، خواہ گناہ ہو یا نہ ہو، کیونکہ بالمقابل ﴿عَقَّدْتُّمُ الْاَیْمَانَ﴾ مذکور ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہاں مؤاخذہ سے مراد صرف دنیا کا مؤاخذہ ہے، جو کفارہ کی صورت میں ہوتا ہے۔

اور سورۂ بقرہ کی آیت میں ارشاد ہے:

﴿لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ﴾ (۲۲۵) (البقرۃ)

اس میں لغو سے مراد وہ قسم ہے جو بلا قصد وارادہ زبان سے نکل جائے، یا اپنے نزدیک سچی بات سمجھ کر قسم کھالے، مگر وہ واقع میں غلط نکلی، اس کے بالمقابل وہ قسم مذکور ہے جس میں قصداً جھوٹ بولا گیا ہو، جس کو "یمین غموس" کہتے ہیں، اس لیے اس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ "یمین لغو" پر تو کوئی گناہ نہیں، بلکہ گناہ "یمین غموس" پر ہے، جس میں قصد کر کے جھوٹ بولا گیا ہو، تو سورۂ بقرہ میں حکم آخرت کے گناہ کا بیان ہے، اور سورۂ مائدہ کی آیت متذکرہ میں دنیوی حکم یعنی کفارہ کا، جس کا حاصل یہ ہوا کہ "یمین لغو" پر اللہ تعالیٰ تم سے مؤاخذہ نہیں کرتا، یعنی کفارہ واجب نہیں کرتا، بلکہ کفارہ صرف اس قسم پر لازم کرتا ہے جو آئندہ زمانہ میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں منعقد کی ہو، اور پھر اس کو توڑ دیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کی قسمیں:

قسم کھانا تین طرح کا ہوتا ہے: (۱) لغو (۲) منعقدہ (۳) غموس

(۱) **قسم لغو** وہ ہے جو بے کار اور بے مقصد کھائی جائے' اس میں نہ گناہ ہے نہ کفارہ......لغو قسم کی دو صورتیں ہیں: کسی گذری بات پر سچ جانتے ہوئے یا صحیح گمان کرتے ہوئے قسم کھا لینا' حالانکہ وہ بات صحیح نہ ہو' یا بلا ارادہ زبان سے قسم کے الفاظ نکل جانا جس کی نہ ضرورت ہو نہ مقصد' بعض لوگ دوران گفتگو ''قسم اللہ کی'' کہہ جاتے ہیں۔ یا تکیہ کلام کے طور پر ان کے منہ سے بھی اللہ کی قسم! یا واللہ جیسے الفاظ نکل جاتے ہیں' جس سے ارادہ قسم کھانے کا نہیں ہوتا۔

(۲) **قسم منعقدہ** مستقبل میں کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کی قسم کھانا ہے۔تو جس کام کے کرنے کی قسم کھائی ہے اگر وہ نہ کرے یا جس کام کو نہ کرنے کی قسم کھائی ہے اگر وہ کرے تو اس پر کفارہ دینا لازم ہوگا۔

قسم کے لیے دل کا ارادہ اور قصد:

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اللہ تعالیٰ یا اس کی صفات میں سے کسی صفت کا نام لے کر کوئی بات ثابت کرنے یا انجام دینے کی قسم کھائی جائے تو وہ پڑ جاتی ہے۔ قصد وارادہ' بھول چوک یا جبر کا سوال اٹھا کر اس کو غیر مؤثر نہیں قرار دیا جائے گا' مگر امام شافعیؒ اور امام مالکؒ قصد وارادے کی شرط ضروری قرار دیتے ہیں کیونکہ قرآن میں ﴿بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْأَيْمَانَ﴾ کہا گیا ہے' یعنی جن قسموں کو تم نے باندھ لیا ہو۔ دوسری جگہ ہے ﴿بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ یعنی جو کچھ تمہارے دلوں نے کمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قسم میں دل کا ارادہ اور نیت نہ ہو تو وہ قسم نہ ہوگی۔ اسی طرح بھول چوک اور زبردستی کی قسم منعقد نہ ہوگی' نبی کریم ﷺ کی ایک حدیث میں ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"رُفِعَ عَنْ اُمَّتِیْ الْخَطَأُ وَالنِّسْیَانُ وَمَا اسْتُکْرِھُوا عَلَیْہِ"۔
(تلخیص: ص ۲۸۱)

یعنی میری امت سے غلطی اور بھول معاف ہے اور وہ عمل جس پر مجبور کیا گیا ہو۔

دلائل کے لحاظ سے حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام مالکؒ کا مسلک ہی زیادہ صحیح ہے۔

﴿۳﴾ قسم غموس یہ ہے کہ کسی گذشتہ واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھائے' اس کو شریعت کی اصطلاح میں "یمین غموس" کہتے ہیں۔ مثلاً اس شخص نے کوئی کام کر لیا ہے اور وہ جانتا ہے کہ میں نے یہ کام کیا ہے اور پھر جان بوجھ کر قسم کھائے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا' یہ جھوٹی قسم سخت گناہ کبیرہ اور موجب وبال دنیا و آخرت ہے' مگر اس پر کوئی کفارہ واجب نہیں ہوتا' توبہ واستغفار لازم ہے۔ اسی لیے اس کو اصطلاح شرع میں "یمین غموس" کہا جاتا ہے' کیونکہ غموس کے معنی ڈوبا دینے والے کے ہیں' یہ قسم انسان کو گناہ اور وبال میں غرق کر دینے والی ہے۔ حضرت امام شافعیؒ اور ایک روایت میں حضرت امام احمدؒ اس میں کفارہ کے قائل ہیں۔ (فقہ السنہ)

جھوٹی قسم شدید ترین گناہ کبیرہ ہے:

﴿۱﴾ حضرت عبداللہؓ بن اُنیس سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

"اِنَّ مِنْ اَکْبَرِ الْکَبَائِرِ الشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَعُقُوْقُ الْوَالِدَیْنِ وَالْیَمِیْنُ الْغَمُوْسُ وَمَا حَلَفَ حَالِفٌ بِاللّٰہِ یَمِیْنَ صَبْرٍ فَاَدْخَلَ فِیْھَا مِثْلَ جَنَاحِ بَعُوْضَۃٍ اِلَّا جُعِلَتْ نُکْتَۃً فِیْ قَلْبِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ"۔
(ترمذی: ج ۵' ص ۲۳۶)

"کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑے (اور سب سے خبیث) گناہ یہ ہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور ماں باپ کی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نافرمانی اور (حاکم کے سامنے) جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا اور عدالت میں جو قسم کھانے والا قسم کھائے اور اس میں مچھر کے پر برابر زیادتی کرے (یعنی ذرہ برابر بھی جھوٹ یا خیانت شامل کرے) تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کے دل میں قیامت تک کے لیے ایک داغ بنا دیا جاتا ہے۔'' (یعنی اس کا وبال قیامت میں ظاہر ہوگا۔)

﴿۲﴾ حضرت خریم بن فاتک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

صلی رسول اللہ ﷺ صلوۃ الصبح، فلما انصرف قام قائما فقال: ''عُدِلت شهادة الزور بالإشراك بالله''. ثلث مَرَّاتٍ. ثم قرأ: ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾. (ابوداود: ج۳، ص۳۰۵)

رسول اللہ ﷺ نے (ایک دن) صبح کی نماز پڑھی' جب آپ فارغ ہوئے' تو اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: ''جھوٹی گواہی شرک کے برابر کر دی گئی ہے۔'' یہ بات آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے (قرآن پاک کی) یہ آیت پڑھی ﴿فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ﴾ ''اے لوگو بت پرستی کی گندگی سے بچو' اور جھوٹی گواہی سے بچو' یکسوئی کے ساتھ بس اللہ ہی کے ہو کے اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنے والے نہ بنو۔''

رسول اللہ ﷺ نے جو آیت اس خطاب میں تلاوت فرمائی اس میں شرک و بت پرستی کے ساتھ ''قول زور'' سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور دونوں کے لیے امر کا ایک ہی صیغہ اور ایک ہی کلمہ ''اجتنبوا''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استعمال فرمایا گیا ہے۔اس سے رسول اللہ ﷺ نے یہ سمجھا اور مخاطبین کو سمجھایا کہ شہادت زور ''جھوٹی شہادت'' ایسا ہی گندہ اور خبیث گناہ ہے جیسا کہ شرک وبت پرستی' اور ایمان والوں کو اس سے ایسا ہی پرہیز کرنا چاہئے' جتنا کہ شرک وبت پرستی سے۔

جھوٹے دعوے اور جھوٹی قسم والوں کا ٹھکانا جہنم ہے:

جیسا کہ معلوم ہے تمام انبیاء علیہم السلام کی عموماً اور رسول اللہ ﷺ کی خصوصاً اصل حیثیت نبی ورسول اور بشیر ونذیر کی ہے۔...... وہ اللہ کے حکم سے اس کے بندوں کو ایمان اور اعمال صالحہ واخلاق حسنہ کی دعوت وترغیب دیتے اور ان پر خداوندی فضل وانعام اور رحمت وجنت کی بشارت سناتے ہیں۔ اور کفر وشرک اور بداعمالیوں وبداخلاقیوں اور جرائم سے بندگان خدا کو روکتے ہیں' ان کے برے انجام سے آگاہی دیتے اور اللہ کے غضب وعذاب سے ڈراتے ہیں' یہی ان کی دعوت وہدایت کی بنیاد اور یہی ان کا سب سے کارگر ہتھیار اور یہی ان کی اصل طاقت ہوتی ہے۔

عدالت میں جھوٹا دعویٰ کرنا اور اسی طرح ناجائز طور پر کسی کی چیز حاصل کرنے یا اس کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹی قسم کھانا' بدترین اور شدید ترین گناہوں میں سے ہے۔...... ان کے بارہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات ذیل میں پڑھے جائیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے بذات خود رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

''مَنِ ادَّعٰی مَا لَیْسَ لَهٗ فَلَیْسَ مِنَّا وَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ''. (مسند احمد: ج ۵' ص ۱۶۶)

''جو کوئی کسی ایسی چیز پر دعویٰ کرے جو فی الحقیقت اس کی نہیں ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو وہ ہم میں سے (یعنی ہمارا آدمی اور ہمارا ساتھی) نہیں ہے' اور اس کو چاہیے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔''

اپنے کو مسلمان کہنے اور مسلمانوں میں شمار کرنے والے شخص کے لیے اس سے زیادہ سخت وشدید وعید کیا ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس کے بارے میں فرمادیں کہ وہ ہم میں سے نہیں ہے' ہماری جماعت سے خارج ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔......اللہ کی پناہ!

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

''مَنِ اقْتَطَعَ حَقَّ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ بِيَمِيْنِهٖ فَقَدْ أَوْجَبَ اللّٰهُ لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ''. فقال له رجل: وَاِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيْرًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''وَاِنْ كَانَ قَضِيْبًا مِّنْ أَرَاكٍ''. (مسلم: ج۲، ص۷)

''جس کسی نے جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا کوئی حق مارا (اور عدالتی فیصلے سے اس کی کوئی چیز حاصل کر لی) تو اللہ نے اس شخص کے لیے دوزخ واجب کر دی ہے اور جنت حرام۔''......ایک شخص نے سوال کیا' یارسول اللہ! اگر چہ وہ چیز بالکل معمولی اور تھوڑی سی ہو؟ (تب بھی یہی سزا ہوگی؟) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر چہ (جنگلی درخت) پیلو کی ایک ٹہنی ہی ہو۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے عدالت میں جھوٹی قسم کھا کے کسی دوسرے بندے کی بالکل معمولی اور بے قیمت چیز بھی حاصل کی تو اس نے بھی اتنا بڑا گناہ کیا جس کی سزا میں اس کو دوزخ کا عذاب ضرور بھگتنا ہوگا اور مومنین صالحین والی جنت سے محروم رہے گا۔

حدیث میں ''من اقتطع حق امرء مسلم'' فرمایا گیا' یہ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا معاشرہ اسلامی معاشرہ ہی تھا اور آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ﷺ کے سامنے عموماً مسلمانوں ہی کے باہمی مقدمات آتے تھے۔..... ورنہ کسی غیر مسلم کی چیز بھی جھوٹی قسم کھا کر حاصل کرنا (اسی طرح حرام ہے جس طرح مسلمان کی چیز حاصل کرنا۔..... اس کی واضح دلیل قرآن پاک کی وہ آیت ہے جس کا حوالہ خود رسول اللہ ﷺ نے (ایک حدیث میں جو پہلے درج ہو چکی ہے) جھوٹی قسم کے عذاب ہی کے سلسلہ میں دیا ہے۔ یعنی

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (آل عمران)

”جو لوگ اللہ تعالیٰ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں تو ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں' اللہ قیامت کے روز نہ ان سے بات کرے گا نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ انہیں پاک کرے گا۔ بلکہ ان کے لیے تو سخت دردناک سزا ہے۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنِ صَبْرٍ وَهُوَ فِيْهَا فَاجِرٌ يَقْتَطِعُ بِهَا مَالَ امْرِءٍ مُّسْلِمٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ“.

(بخاری: ج ۳' ص ۱۴۵)

”جس شخص نے حاکم کے سامنے جھوٹی قسم کھائی' تاکہ اس کے ذریعہ کسی مسلمان آدمی کا مال مارلے تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے اس حال میں اس کی پیشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضب ناک اور ناراض ہوں گے۔“

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”لَا يَقْتَطِعُ اَحَدٌ مَّالًا بِيَمِيْنٍ اِلَّا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ اَجْذَمُ“. (ابوداود: ج ۳' ص ۲۲۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جو شخص کسی کا مال جھوٹی قسم کھا کر مار لے گا وہ اللہ کے سامنے کوڑھی ہو کر پیش ہو گا۔''

ان دونوں حدیثوں میں اس شخص کا انجام بیان کیا گیا ہے جو کسی معاملہ اور مقدمہ میں جھوٹی قسم کھا کر دوسرے فریق کا مال مار لے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما والی پہلی حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ کے دربار میں اس کی پیشی ہو گی تو اس شخص پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہو گا۔...... **نعوذ باللہ من غضبہ وعقابہ۔**

اور اشعث رضی اللہ عنہ بن قیس کی اس حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص قیامت کے دن کوڑھی ہو کر اللہ کے سامنے پیش ہو گا۔...... اللہ کی پناہ! کتنی سخت ہیں یہ تینوں سزائیں' اور ظاہر ہے کہ ان میں باہم کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے' لہٰذا اگر یہ شخص اس گناہ عظیم سے توبہ اور تلافی کر کے دنیا سے نہیں گیا ہے' تو پھر ان حدیثوں کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو یہ سب کچھ پیش آئے گا' اور وہ یہ سارے عذاب جھیلے گا۔

اور واقعہ یہ ہے کہ حاکم کی عدالت میں اللہ کی قسم کھا کر' اور اللہ کو گویا اپنا گواہ قرار دے کر جھوٹ بولنا' اور کسی بندہ کا مال مارنے کے لیے یا اس کو بے آبرو کرنے کے لیے اللہ کے پاک نام کو استعمال کرنا' بھی ایسا ہی بڑا گناہ ہے کہ اس کی سزا جتنی بھی سخت دی جائے' عین حکمت ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ثَلٰثَةٌ لَا یُکَلِّمُهُمُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ وَلَا یُزَکِّیْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ''. قَالَ اَبُوْذَرّ: خَابُوْا وَخَسِرُوْا، مَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ''اَلْمُسْبِلُ وَالْمَنَّانُ وَالْمُنَفِّقُ سِلْعَتَهٗ بِالْحَلْفِ الْکَاذِبِ''. (مسلم: ج ۲' ص ۱۱۴)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تین آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے ہم کلام ہو گا' نہ ان پر عنایت کی نظر کرے گا' اور نہ گناہوں اور گندگیوں سے ان کو پاک کرے گا' اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یہ لوگ تو نامراد ہوئے اور ٹوٹے میں پڑے' حضور! یہ تین کون کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا تہبند حد سے نیچے لٹکانے والا (جیسا کہ متکبروں اور مغروروں کا طریقہ ہے) اور احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کے اپنا سودا چلانے والا۔''

جس طرح حاکم اور جج کے سامنے کسی معاملہ میں جھوٹی قسم کھانا اللہ تعالیٰ کے پاک نام کا نہایت غلط اور ناپاک استعمال ہے اسی طرح اپنے سودے کو بیچنے کے لیے گاہک کے سامنے جھوٹی قسم کھا کے اس کو یقین دلانا بھی اسم الٰہی کا نہایت بے محل استعمال اور بڑی دنی حرکت ہے' اس لیے یہ بھی جھوٹ کی نہایت سنگین قسم ہے اور قیامت میں ایسے شخص کو دردناک عذاب دیا جائے گا' اور اپنی اس ذلیل بدکرداری کی وجہ سے یہ کذاب تاجر آخرت میں اللہ کی ہمکلامی اور اس کی نظرِ کرم اور گناہوں کی بخشش سے محروم رہے گا۔

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے بھی دوسرے کی چیز حلال نہیں ہو سکتی:

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک چالاک مقدمہ باز آدمی دوسرے کی چیز پر جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا ایسا ثبوت پیش کرتا ہے کہ قاضی اس کو برحق سمجھ کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیتا ہے۔...... اور اسی طرح کبھی کوئی جھوٹا مدعا علیہ اپنی چرب زبانی سے اور جھوٹی قسم کھا کر اپنی سچائی کا قاضی کو یقین دلا دیتا ہے اور وہ اس کے حق میں فیصلہ کر دیتا ہے' تو قاضی شریعت کے اس فیصلہ سے وہ چیز اس جھوٹے مدعی یا مدعا علیہ کے لیے حلال و جائز نہیں ہو جاتی' حرام ہی رہتی ہے اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹا مقدمہ لڑنے اور جھوٹی قسم کھانے سے وہ جہنمی بن جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی ایک بشر ہوں اور کسی مقدمہ باز کی چرب زبانی سے متاثر ہو کر مجھ سے بھی ایسا فیصلہ ہو سکتا ہے تو میرے فیصلہ سے بھی وہ چیز اس کے لیے حلال نہ ہوگی' حرام ہی رہے گی۔...... حدیث یہ ہے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ وَّإِنَّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ إِلَيَّ وَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ أَنْ يَّكُوْنَ أَلْحَنَ بِحُجَّتِهٖ مِنْ بَعْضٍ فَأَقْضِيْ لَهٗ عَلٰى نَحْوِ مَا أَسْمَعُ مِنْهُ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ حَقِّ أَخِيْهِ فَلَا يَأْخُذْ فَإِنَّمَا أَقْطَعُ لَهٗ قِطْعَةً مِّنَ النَّارِ". (بخاری: ج ۴' ص ۲۱۷)

"میں ایک بشر ہوں' اور تم لوگ میرے پاس اپنے نزاعات اور مقدمات لاتے ہو' اور ہو سکتا ہے کہ تم میں سے ایک زیادہ اچھا بولنے والا اور بہتر انداز میں تقریر کر کے اپنی دلیل پیش کرنے والا ہو دوسرے سے' اور پھر میں اس کی بات سن کر اسی کے مطابق اسی کے حق میں فیصلہ دے دوں تو اس طرح میں جس کے لیے اس کے بھائی کی چیز کا فیصلہ کر دوں تو وہ اس کو ہرگز نہ لے' (اس کے جھوٹے دعوے یا جھوٹی قسم کے نتیجہ میں) اس کو جو دیتا ہوں وہ (انجام کے لحاظ سے) اس کے واسطے دوزخ کا ایک حصہ ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ ایک انسان اور بندہ ہوں' عالم الغیب نہیں ہوں' ہو سکتا ہے کہ کسی مدعی یا مدعا علیہ کی تقریر و استدلال سے متاثر ہو کر اس کے حق میں فیصلہ دیدوں اور فی الواقع وہ اس کا حق نہ ہو تو میرے فیصلہ سے بھی دوسرے فریق کی چیز اس کے لیے حلال اور جائز نہ ہوگی' بلکہ وہ اس کے حق میں دوزخ ہوگی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دعوے کے لیے دلیل اور ثبوت ضروری ہے:

اگر کوئی شخص حاکم اور قاضی کی عدالت میں کسی دوسرے آدمی کے خلاف کوئی دعویٰ یا شکایت کرے تو خواہ دعویٰ کرنے والا کیسا ہی ثقہ صالح اور کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو محض اس کے دعوے کی بنیاد پر قاضی اس کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکے گا' اسلامی قانون میں ہر دعوے کے لیے ضابطہ کے مطابق ثبوت اور شہادت ضروری ہے۔...... اگر مدعی شہادت اور ثبوت پیش نہ کر سکے تو مدعا علیہ سے کہا جائے گا کہ اگر اس کو دعویٰ تسلیم نہیں ہے تو وہ حلف کے ساتھ کہے کہ یہ دعویٰ غلط ہے۔...... اگر مدعا علیہ اس طرح کے حلف سے انکار کرے تو دعویٰ صحیح سمجھ کے ڈگری کر دیا جائے گا اور اگر وہ حلف کے ساتھ مدعی کے دعوے کو غلط قرار دے تو دعویٰ خارج کر دیا جائے گا۔ اور مدعا علیہ کے حق میں فیصلہ دے دیا جائے گا۔...... یہ عدالتی قانون اور ضابطہ ہے جس کی رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی اور جو خود آپ ﷺ کا طریقہ کار بھی تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لَوْ يُعْطَى النَّاسُ بِدَعْوَاهُمْ لَادَّعٰى نَاسٌ دِمَآءَ رِجَالٍ وَّأَمْوَالَهُمْ وَلٰكِنَّ الْيَمِيْنَ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ.'' (مسلم: ج۲' ص۲)

''اگر محض دعوے پر لوگوں کے حق میں فیصلہ کر دیا جایا کرے تو لوگ دوسروں کے خلاف (بیباکی سے) خون یا مال کے (جھوٹے سچے) دعوے کرنے لگیں گے۔ لیکن (محض کسی کے دعوے پر اس کے حق میں فیصلہ نہیں کیا جائے گا' بلکہ ثبوت طلب کیا جائے گا اور ثبوت وشہادت نہ ہونے کی صورت میں) مدعیٰ علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لیا جائے گا۔''

صحیح مسلم کی اس روایت کے الفاظ میں مدعی سے ثبوت وشہادت طلب

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف مدعیٰ علیہ سے حلفیہ انکاری بیان لینے کا ذکر ہے لیکن صحیح مسلم کے شارح امام نوویؒ نے اپنی شرح مسلم میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اسی حدیث کو امام بیہقیؒ نے بھی حسن یا صحیح سند سے روایت کیا ہے اور اس میں پہلے مدعی سے ثبوت وشہادت طلب کرنے کا ذکر ہے۔اس کے آخری الفاظ یہ ہیں:

''وَلٰكِنَّ الْبَيِّنَةَ عَلَى الْمُدَّعِيْ وَالْيَمِيْنَ عَلٰى مَنْ أَنْكَرَ''۔

امام نوویؒ کا یہ کلام صحیح مسلم کی اس حدیث کے ساتھ ہی مشکوٰۃ المصابیح میں بھی نقل کیا گیا ہے، اسی لیے حدیث کے ترجمہ میں ہم نے قوسین میں اس کا اضافہ کر دیا ہے۔...... متعدد دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی اس مضمون کی حدیثیں مروی ہیں۔ چنانچہ حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ رَجُلٍ مِّنَ الْيَهُوْدِ أَرْضٌ فَجَحَدَنِيْ فَقَدَّمْتُهُ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ''أَلَكَ بَيِّنَةٌ؟'' قُلْتُ: لَا. فَقَالَ لِلْيَهُوْدِيِّ: ''اِحْلِفْ''. قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِذًا يَحْلِفُ وَيَذْهَبُ بِمَالِيْ. فَأَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا أُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ۝﴾

(ابوداود: ج ۳، ص ۳۱۱، ابن ماجہ: ج ۲، ص ۷۷۸)

ایک زمین میری اور ایک یہودی کی مشترکہ ملکیت تھی، اس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا (اور تنہا اس کا مالک بن بیٹھا) میں اس یہودی کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لایا (اور اپنا مقدمہ آپ ﷺ کے سامنے پیش کیا) آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''تمہارے

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس اپنے دعوے کی کوئی دلیل (یعنی گواہ شاہد) ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ کوئی گواہ شاہد تو نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے یہودی سے فرمایا کہ: ''(اگر تمہیں اس سے انکار ہے تو) تم قسم کھاؤ (کہ زمین میں مدعی کا کوئی حصہ نہیں ہے، تنہا میری ہے۔)'' ...... (اشعث کہتے ہیں کہ) میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت یہ یہودی (جھوٹی) قسم کھا لے گا اور میرا مال، یعنی میری جائداد ہڑپ کر لے گا۔ ...... تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ ...... وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ''(جو لوگ اللہ کے عہد و پیمان کو توڑ کر) اور اپنی (جھوٹی) قسموں کے ذریعہ ''ثمن قلیل'' یعنی دنیا کا تھوڑا سا نفع حاصل کرتے ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ان سے کوئی بات نہ فرمائے گا اور وہ اس کی نگاہِ کرم سے بھی محروم رہیں گے اور وہ ان کو پاک صاف بھی نہ کرے گا اور ان کو نہایت دردناک عذاب ہوگا۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کسی قضیہ میں مدعی مسلم اور مدعا علیہ غیر مسلم ہو تب بھی اس قانون کے مطابق کاروائی کی جائے گی اور مدعی کے پاس ثبوت شہادت نہ ہونے کی صورت میں اگر غیر مسلم مدعا علیہ حلف کے ساتھ انکاری بیان دے گا تو اس کو قبول کر لیا جائے گا۔ اور اگر فی الواقع اس نے بددیانتی کی ہے اور جھوٹا حلفیہ بیان دیا ہے تو آخرت میں وہ اس کی سخت ترین سزا پائے گا۔

حضرت علقمہ بن وائل اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنْ حَضْرَمُوْتَ وَرَجُلٌ مِّنْ كِنْدَةَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ. فَقَالَ الْحَضْرَمِيُّ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ هٰذَا غَلَبَنِيْ عَلٰى أَرْضٍ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِّی کَانَتْ لِاَبِیْ. فَقَالَ الْکِنْدِیُّ: هِیَ أَرْضِیْ فِیْ یَدِیْ أَزْرَعُهَا لَیْسَ لَهُ فِیْهَا حَقٌّ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِلْحَضْرَمِیِّ: ”أَلَكَ بَیِّنَةٌ؟“ قَالَ: لَا. قَالَ: فَلَكَ یَمِیْنُهُ. قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الرَّجُلَ فَاجِرٌ لَا یُبَالِیْ عَلٰی مَا حَلَفَ عَلَیْهِ وَلَیْسَ یَتَوَرَّعُ مِنْ شَیْءٍ. فَقَالَ: ”لَیْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذٰلِكَ.“ فَانْطَلَقَ لِیَحْلِفَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَمَّا أَدْبَرَ: ”أَمَا لَئِنْ حَلَفَ عَلٰی مَالِهٖ لِیَأْکُلَهُ ظُلْمًا لَیَلْقَیَنَّ اللّٰهَ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ“. (مسلم: ج۲ص۱۵۹)

ایک شخص حضرموت کے رہنے والے اور ایک قبیلہ کندہ کے (اپنا مقدمہ لے کر) حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرمی نے (جو مدعی تھا) عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس کندی نے میری ایک زمین پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے۔......کندی نے (جو مدعا علیہ تھا) جواب میں کہا کہ وہ زمین فی الواقع میری ہی ملکیت ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ ......رسول اللہ ﷺ نے مدعی حضرمی سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس دعوے کی دلیل (گواہ شاہد) ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ گواہ شاہد تو نہیں ہیں۔...... آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو تم کو صرف یہ حق ہے کہ اپنے مدعا علیہ کندی سے قسم لے لو۔ حضرمی نے عرض کیا کہ حضرت یہ آدمی تو فاجر (بدکار و بدچلن اور بد دیانت) ہے اس کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ کس بات کی قسم کھا رہا ہے اور کسی بھی (بری) بات سے اس کو پرہیز نہیں۔......رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ (کچھ بھی ہو جب تمہارے پاس دعوے کے گواہ شاہد نہیں ہیں تو) تم کو بس یہی حق ہے کہ اس آدمی سے قسم لے لو۔ ......تو جب وہ کندی حلف اٹھانے کے لیے دوسری طرف کو چلا تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ نے (اس کو آگاہی دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا کہ اگر اس نے حضرمی کا مال ظالمانہ اور ناجائز طور پر ہڑپ کرنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی تو اللہ کے حضور میں یہ اس حال میں پیش ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (غضب وناراضی کی وجہ سے) اس کی طرف سے رخ پھیر لیں گے۔''

بلاشبہ آخرت میں کسی بندے کی یہ انتہائی بدبختی اور بدنصیبی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ غضب وناراضی کی وجہ سے اس کی طرف سے رخ پھیر لیں، یہ اس کے مردودِ بارگاہ اور ناقابل معافی ہونے کی علامت ہوگی۔...... اس سے پہلی اشعث رضی اللہ عنہ بن قیس کی حدیث میں ایسے لوگوں کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے جو آیت تلاوت فرمائی تھی:

﴿أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ ...... وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾

وائل کی اس حدیث میں ''وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ'' اسی کی اجمالی تعبیر ہے، اور آیت کا مضمون گویا اس کی تفصیل ہے۔

صحیح مسلم کی اس حدیث میں ایک جملہ یہ تھا: ''فَانْطَلَقَ لِيَحْلِفَ. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَمَّا أَدْبَرَ...... الخ''. جس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ: ''جب وہ کندی حلف اٹھانے کے لیے دوسری طرف کو چلا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......'' غالباً اس کندی سے کہا گیا ہوگا کہ مسجد چل کر نماز کے بعد سب کے سامنے قسم کھاؤ، یا یہ کہ منبر کے پاس کھڑے ہوکر قسم کھاؤ۔...... تو جب وہ قسم کھانے کے لیے اُدھر کو چلا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو آگاہی دی کہ جو کوئی جھوٹی قسم کھا کر پرایا مال ناجائز طور پر حاصل کرے گا، آخرت میں اس کا یہ انجام ہوگا۔ صحیح مسلم کی اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں کہ پھر اس شخص نے قسم کھائی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا قسم کھانے سے باز آ گیا۔ ...... لیکن سنن ابی داود میں حضرمی اور کندی کے اسی مقدمہ سے متعلق اشعث رضی اللہ عنہ بن قیس کی ایک حدیث ہے اس کے آخر میں یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے آخرت کے برے انجام کی وعید سنائی تو کندی قسم کھانے سے رک گیا اور اس نے اقرار کر لیا کہ وہ زمین مدعی حضرمی کی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی کے مطابق فیصلہ فرما دیا۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''قسم کھانا حقیقت میں شہادت یعنی گواہی ہے جو شخص کسی بات کو اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے وہ اصل میں اپنے بیان کی سچائی پر اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ ایسی حالت میں خیال کرنا چاہئے کہ اس معاملہ کی اہمیت کتنی بڑی ہے' اور قسم کھانا کتنی غیر معمولی بات ہے۔ لیکن اکثر دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور سچائی سے دور ہیں وہ بات بات پر قسم کھاتے ہیں' انہیں معلوم ہے کہ لوگ ان کے بیان کو سچا نہیں سمجھتے اس لیے وہ لوگوں کو فریب دینے کے لیے جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

اوّل تو بے ضرورت قسم کھانا ہی برا ہے' پھر جھوٹی قسمیں کھانا تو اور بھی برا ہے اسی لیے قرآن پاک میں اس قسم کی قسم کھانے اور قسم کھانے والوں کی بہت برائی آئی ہے۔ یہ جھوٹ کی بدترین شکل ہے' جس میں جھوٹ بولنے والا اپنے ساتھ اللہ کو بھی شریک کرتا ہے۔ اسی لیے کسی آئندہ کی بات پر اگر کوئی قسم کھا لے تو اس کا پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے اور اگر کسی سبب سے پورا نہ کر سکے تو وہ گنہگار ہوتا ہے اور اس پر کفارہ لازم آتا ہے' کفارہ یہ ہے کہ وہ کوئی غلام آزاد کرے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائے' یا کپڑے پہنائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے اور اس کی بھی اجازت دی گئی ہے کہ کسی کو قسم کھانے کے بعد اگر وہ دوسری شکل بہتر معلوم ہو تو وہ اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کردے۔''

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاحْفَظُوٓا اَيْمَانَكُمْ﴾ ''اپنی قسموں کو نگاہ رکھو۔'' کا مطلب یہ ہے کہ جس بات پر نیت کر کے کھائی جائے' اگر وہ کوئی خلاف شرع' یا غیر انسب نہ ہو تو اس کی پوری ذمہ داری محسوس کی جائے اور اس کو حتی المقدور پورا کیا جائے' اور اگر پوری نہ کی جا سکے تو اس کا کفارہ ادا کیا جائے' یہ کفارہ اسی لیے مقرر کیا گیا ہے تا کہ قسم کھا کر اس کے پورا کرنے کی ذمہ داری اور اہمیت کے خیال کو نقصان نہ پہنچے۔

کسی خلافِ شرع بات پر قسم کھائی جاتی ہے' یا وہ بات جس پر قسم کھائی گئی ہے بعد کو غیر انسب معلوم ہو تو اس قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کر دینا درست ہے' اللہ نے فرمایا:

﴿قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ﴾ (التحریم)

''اللہ نے تم کو اپنی قسموں کا کھول ڈالنا ٹھہرا دیا ہے۔''

اور احادیث میں اس کی جزئی تصریحات مذکور ہیں:

گذشتہ یا موجودہ واقعات پر قسم کھانا جیسا کہ کہا جا چکا ہے' حقیقت میں گواہی اور شہادت ہے اور معلوم ہو چکا ہے کہ گواہی اور شہادت میں جھوٹ بولنا کتنا بڑا گناہ ہے' اسی لیے ایسا شخص جو بات بات پر قسمیں کھاتا رہتا ہے' حد درجہ بے اعتبار اور نا قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے' اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ایسے شخص پر اعتبار نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور اس کو انسان کا بڑا عیب بتایا ہے' رسول ﷺ کو حکم ہوتا ہے:

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴾ ...... (القلم)

''اور بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا نہ مان۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھنے کی بات ہے کہ قسم کھانے کا مدعا یہ ہے کہ لوگ اس کا کہا مانیں، اور اس کا اعتبار کریں، لیکن اللہ تعالیٰ سرے سے اس طرح کی قسمیں کھانے والے کی بات کے نہ ماننے کی ہدایت اور اس کی بے قدری اور بے اعتباری کا اعلان فرماتا ہے۔

جھوٹی قسمیں کھانا منافقوں کا کام ہے:

چونکہ اس طرح کی قسمیں کھانے والے جان بوجھ کر جھوٹ بولتے ہیں، اسی لیے یہ نفاق کی بڑی نشانی ہے، اور قرآن پاک میں اسی حیثیت سے اس کا ذکر بار بار آیا ہے، منافقوں کے تذکرہ میں ہے کہ جب ان پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہمارا یہ منشا نہ تھا، ہماری نیت نیک تھی، اللہ فرماتا ہے کہ اللہ کو تمہارے دل کی بات خوب معلوم ہے۔

﴿فَكَيْفَ إِذَآ أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَٰنًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَعْلَمُ ٱللَّهُ مَا فِى قُلُوبِهِمْ ﴿٦٣﴾﴾ (النساء)

''پھر کیسا جب ان کو اپنے ہی کرتوت سے کوئی تکلیف پہنچے پھر تیرے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہماری غرض بھلائی اور ملاپ کی تھی، یہ وہ ہیں جن کے دلوں کا حال اللہ کو معلوم ہے۔''

یعنی اللہ جانتا ہے کہ ان کے دلوں میں کچھ ہے اور زبانوں پر کچھ ہے، ایسے لوگ یہ چاہا کرتے ہیں کہ قسمیں کھا کر سچ کو جھوٹ، اور جھوٹ کو سچ بنا کر متعلق اشخاص کو خوش کر دیں، اللہ فرماتا ہے کہ اگر ان کے پاس ایمان ہو تو ان کو چاہیے کہ سچائی اختیار کر کے اللہ اور رسول کو خوش کریں۔

﴿يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ وَٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥٓ أَحَقُّ أَن يُرْضُوهُ إِن كَانُوا۟ مُؤْمِنِينَ ﴿٨﴾﴾ (التوبة)

''تمہارے (مسلمانوں کے) آگے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تا کہ وہ تم کو راضی کر لیں اور اللہ اور رسول راضی کرنا زیادہ ضروری ہے اگر وہ ایماندار ہیں۔"

ایسے منافقوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جب کوئی بری بات منہ سے نکالتے ہیں اور اس پر پوچھ گچھ ہونے لگتی ہے تو فوراً مکر جاتے ہیں۔

﴿يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ﴾ (التوبة)

"اللہ کی (جھوٹی) قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا' حالانکہ انہوں نے بے شک کفر کی بات کہی۔"

ایک موقع پر منافقوں نے ایک نامعقول کام کیا' اللہ نے فرمایا کہ "جب تم جا کر ان سے پوچھو گے تو وہ اللہ کی قسم کھا جائیں گے۔" ﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ چنانچہ ایسا ہی ہوا' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ﴾ (التوبة)

"تمہارے آگے قسمیں کھاتے ہیں' تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ' تو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں۔"

اس لیے جو لوگ اللہ کی بات دل سے مانتے نہیں اور زبان سے قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ مانتے ہیں وہ فاسق اور نافرمان ہیں۔

اسی موقع پر کچھ منافقوں نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کی نیت سے ایک مسجد الگ کھڑی کر لی تھی' اللہ نے فرمایا کہ "اگر ان سے ان کی اس حرکت کا سبب پوچھو گے تو جھٹ قسم کھا بیٹھیں گے کہ ہماری نیت اچھی تھی۔" فرمایا:

﴿وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ﴾ ...... (التوبة)

"اور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی' اور اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔''

اہلِ نفاق کی حالت قرآن نے یہ بتائی ہے:

﴿ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿١٤﴾ ﴾ (المجادلة)

''اور وہ جان بوجھ کر جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتے ہیں۔''

﴿ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً...... ﴿١٦﴾ ﴾ (المجادلة)

''انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے۔''

یعنی قسمیں کھا کر سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ، اور اس کو اپنے بچاؤ کے لیے ڈھال بنایا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے رسول ﷺ کے ذریعے اس گناہ سے بچنے کی تاکید فرمائی:

﴿ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ﴿٩١﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ...... ﴿٩٢﴾ ﴾ (النحل)

''اور قسموں کو پکا کرنے کے بعد توڑ مت ڈالو، اور تم نے اپنے پر اللہ کو ضامن بنایا ہے، بے شک اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے۔ اور اس عورت کے جیسے نہ بنو جو اپنے کاتے سُوت کو محنت کے پیچھے توڑ کر ٹکڑے کرتی، تم اپنی قسموں کو آپس میں بیٹھنے کا بہانہ بناتے ہو کہ ایک فریق سے بڑھ چڑھ کر رہو۔''

اللہ کا نام لے کر کوئی معاہدہ کرنا، اور اس کو توڑ ڈالنا اللہ کے مقدس نام کی تحقیر ہے، اسی لیے فرمایا کہ ''جس بات پر کسی نے قسم کھائی اس پر اس نے گویا اللہ کو ضامن ٹھہرایا اس لیے قسم کھا کر توڑا نہ کرو، اور لوگوں کو دھوکا نہ دیا کرو، پھر ایسی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم کو توڑ ڈالنا ایسا ہی حماقت کا کام ہے جیسا عرب کی ایک بے وقوف عورت کا تھا، جو سوت کات کات کر توڑ دیتی، یا ٹکڑے کر ڈالتی۔"

جب ایک فریق دوسرے فریق سے اللہ کا نام لے کر معاہدہ کرتا ہے تو گویا وہ اللہ کی ضمانت پر دوسرے کو مامون بناتا ہے، اب اگر وہ کوئی قوت پا کر بدعہدی کرتا ہے اور اس فریق سے ٹوٹ کر کسی دوسرے طاقتور سے ملنے کی کوشش کرتا ہے تو بڑی اخلاقی کمزوری ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح جھوٹی قسم کھا کر کسی دوسرے کے مال پر دعویٰ کرنا اللہ کے نام پر جھوٹ بولنا ہے، اور یہ ایک کے بجائے دو گناہوں کا مجموعہ ہے، یعنی غصب اور جھوٹ اور وہ بھی اللہ کے پاک اور مقدس نام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٧﴾ (آل عمران)

"بے شک جو لوگ اللہ کے قرار اور اپنی قسموں پر (دنیا کا) تھوڑا سا مال خریدتے ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں نہ اللہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کی طرف دیکھے گا قیامت میں، اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

شانِ نزول اور آیت کے سیاق کے لحاظ سے یہ یہودیوں کی بددیانتیوں کی تصویر ہے، مگر آیت اپنے حکم کے لحاظ سے بہرحال عام ہے، ایک دفعہ حضرت عبداللہ صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"جو کوئی جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال لینا چاہے گا تو جب وہ اللہ کے پاس جائے گا تو اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔"

اشعث بن قیس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کی قسم یہ آیت میرے واقعہ میں اتری ہے' میرے اور ایک یہودی کے درمیان ایک زمین تھی' اس نے میری ملکیت سے انکار کر دیا' میں نے یہ مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا: ''کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت یا گواہ ہے؟'' میں نے کہا' نہیں۔ تو آپ ﷺ نے اس یہودی سے فرمایا کہ: ''تم قسم کھاؤ۔'' تو میں نے عرض کی' کہ یارسول اللہ! وہ تو اب قسم کھا جائے گا اور میری چیز لے لے گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن جریر کی بعض روایتوں میں ہے کہ یہ آیت ان سوداگروں کی شان میں ہے جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اپنا سامان بیچتے ہیں۔ ان کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا:

''تین آدمی ہیں جن کی طرف اللہ قیامت کے دن نہ دیکھے گا' نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں' کہ یہ لوگ جو ناکام ہوئے اور ٹوٹے میں پڑے' وہ کون ہیں یارسول اللہ! فرمایا: ''جو اپنا لباس ٹخنوں سے نیچے تک لٹکاتا ہے' (کیونکہ یہ غرور کی علامت ہے) اور جو احسان جتاتا ہے' اور جو جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا مال بیچتا ہے۔'' (مسلم: ج۲' ص۱۱۴)

بہرحال جیسا کہ معلوم ہے کہ شانِ نزول سے مراد وہ واقعہ ہے جس پر کوئی آیت پوری طرح صادق آجائے' اس لیے ان تمام واقعات پر آیت کا حکم یکساں جاری ہوگا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو کسی مسلمان کے حق کو جھوٹی قسم کھا کر لینا چاہے گا' تو اللہ اس پر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوزخ کی آگ کو واجب کر دے گا۔'' آپ ﷺ سے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا' یارسول اللہ! کیا اگر چہ کوئی معمولی سی چیز ہو۔ فرمایا: ''درخت (اراک) کی ڈالی ہی کیوں نہ ہو۔'' (ج ۲' ص ۱۵۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''بڑے بڑے گناہ یہ ہیں' اللہ کا شریک ٹھہرانا' ماں باپ کی نافرمانی کرنا' کسی بے گناہ کی جان لینا' اور جھوٹی قسم کھانا۔'' (مشکوٰۃ: ج ۱' ص ۱۷)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص سے قسم کھلوائی جائے اور وہ جھوٹ قسم کھا جائے تو وہ اپنا چہرہ لے کر دوزخ میں ٹھکانا پائے گا۔''

چہرہ کی خصوصیت شاید اس لیے ہے کہ اس نے انسانی عزت و آبرو کے خلاف کام کیا اور بڑی ڈھٹائی دکھائی' جس کا اثر چہرہ پر نمایاں ہوتا ہے۔

عموماً تاجر اور سوداگر چیزوں کی قیمت اور مال کی اصل حقیقت بتانے میں جھوٹ کے مرتکب ہوتے ہیں' اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں' اسی لیے خاص طور سے رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس سے بچنے کی ہدایت کی ہے' فرمایا: ''جھوٹی قسم مال بکوا دیتی ہے' لیکن نفع (کی برکت) کو گھٹا دیتی ہے۔''

روحانی حیثیت سے جو برکت گھٹتی ہے وہ تو ہے ہی' لیکن ظاہری حیثیت سے بھی ایسے شخص کی تجارت کو آخر میں چل کر اس کی عام بے اعتباری کی وجہ سے جو نقصان پہنچتا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ چنانچہ اس کی تشریح ایک دوسری روایت میں ہے' حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ:

''تجارت میں بہت قسمیں کھانے سے پرہیز کرو' کیونکہ اس طرح پہلے کامیابی ہوتی ہے' پھر... بے برکتی ہو جاتی ہے۔'' (ابن ماجہ: ج ۲' ص ۷۴۵)

کیسے بلیغ فقرے ہیں۔ ''فإنه ینفق ثم یمحق.''

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جھوٹی قسموں کے علاوہ عام طور سے بیباکی کے ساتھ قسمیں کھانا بھی اسلامی شرافت کے خلاف ہے' قرآن پاک کی آیت اوپر گذر چکی ہے کہ بے سبب قسمیں کھانا ذلت وخواری کا سبب ہے ﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ﴾ حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''قسمیں کھانا قسم پوری نہ کرنے کے گناہ کا سبب ہے' یا ندامت اور شرمساری کا موجب ہے۔''

جھوٹی قسم عام طور پر کسی کا حق مارنے یا نقصان پہنچانے کے لیے کھائی جاتی ہے' یا اپنی ذات کے لیے ناجائز فائدہ کمانے کے لیے۔ اس شناعت کے علاوہ دوسری شناعت یہ ہے کہ اللہ کا نام لے کر جھوٹ بولا جاتا ہے جو انتہائی بدترین بات ہے' اسی لیے شریعت میں یہ گناہ کبیرہ ہے' آنحضرت ﷺ نے قتل اور والدین کی نافرمانی کے ساتھ اس کو بھی کبیرہ گناہ فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی کا حق مار بیٹھتا ہے اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دل میں کچھ اور ہو اور قسم کے ذریعے زبان سے کچھ اور ظاہر کیا جائے تو یہ جھوٹی قسم ہے جس کا رشتہ نفاق سے مل جاتا ہے۔

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝١ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ...... ۝٢﴾ (المنافقون)

''بے شک منافقین جھوٹے ہیں' جو اپنی قسموں کو ڈھال بناتے ہیں' اللہ کے راستے سے روکنے کے لیے۔''

سورۂ منافقون کی یہ آیت ان منافقوں کے بارے میں ہے جو آپ ﷺ کو سچا جانتے ہوئے قسمیں کھا کر آپ ﷺ کی رسالت کا انکار کرتے تھے۔ ایسی قسم کا کفارہ نہیں' اس کو غموس (ڈبو دینے والی) اس لیے کہتے ہیں کہ دروغ حلفی گناہ میں غرق کر دیتی ہے' اس کے لیے جہنم ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قسم واقع ہونے کی شرطیں:

قسم واقع ہونے کی چند شرطیں ہیں:

① ایک یہ کہ قسم کھانے والا مکلّف ہو، لہٰذا نابالغ اور دیوانے کی قسم واقع نہیں ہوتی۔

② دوسری یہ کہ بااختیار ہو۔ لہٰذا جبراً اگر قسم کھلوائی گئی تو وہ واقع نہ ہوگی، لیکن قسم کھانے کے بعد اگر جبراً تڑوائی گئی تو وہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حانث نہ ہوگا، مگر احناف کے ہاں ہو جائے گا۔

③ تیسری شرط یہ ہے کہ قسم قصداً کھائی گئی ہو، لہٰذا ایسی قسم جو زبان پر بلا ارادہ عادتاً آ جائے اسے قسم قرار نہ دیا جائے گا۔ لیکن اگر قصداً کھائی ہوئی قسم بھول چوک سے ٹوٹ جائے تو وہ احناف کے ہاں حانث ہو جائے گا۔

④ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس کی قسم کھائی وہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام یا اس کی صفات میں سے کوئی صفت ہو۔

⑤ پانچویں شرط یہ ہے کہ جس بات کی قسم کھائی ہے وہ خود بخود ظہور میں آ جانے والی نہ ہو۔ نہ عادۃً نہ عقلاً، لہٰذا ایسی تمام قسمیں لغو ہیں، جیسے ''اللہ کی قسم! سورج مشرق سے نکلے گا۔'' یا ''قسم اللہ کی ہم مر جائیں گے۔'' یا ''اللہ کی قسم! یہ جسم ٹھوس ہے۔'' یا ''اللہ کی قسم! میں کل کا دن آج نہیں لوٹا کر لاؤں گا۔'' یا ''بخدا میں اس پتھر کو سونا نہیں بناؤں گا۔'' تو اس طرح کی قسمیں واقع نہیں ہوں گی۔ البتہ وہ باتیں جن کا کرنا عقلاً اور عادتاً ممکن ہے، اگر ان کی قسم کھائی جائے گی تو پڑ جائے گی۔ مثلاً اگر قسم کھا کر کہا کہ ''میں اس گھر میں ضرور جاؤں گا۔'' یا ''اس گھر میں ہرگز نہ جاؤں گا۔'' تو یہ قسمیں واقع ہو جائیں گی۔ کیونکہ یہ باتیں عقلاً وعادۃً ممکن ہیں، ایسی بات جو صرف عادۃً ناممکن ہو تو اس پر قسم کھاتے ہی وہ ٹوٹ بھی جائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی۔ مثلاً ''قسم اللہ کی میں پہاڑ کو اٹھا کر لاؤں گا'' یا آسمان پر چڑھ جاؤں گا۔'' عقلاً اور عادۃً دونوں طرح ناممکن بات پر قسم کھانے کا بھی یہی حکم ہے' یعنی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ بھی نہیں ہوگا' کیونکہ یہ لغو ہے۔

غیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ اَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللّٰهِ اَوْ لِيَصْمُتْ''. (بخاری: ج۵' ص۲۲۶۵' مسلم: ج۱۱' ص۱۰۵)

''اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع فرماتا ہے کہ تم اپنے باپوں کی قسم کھاؤ! جس شخص کو قسم کھانا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اللہ (کے نام یا اس کی صفات) کی قسم کھائے یا چپ رہے۔''

باپ کی قسم کھانے سے منع کرنا مثال کے طور پر ہے' اصل مقصد تو یہ ہدایت دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی قسم نہ کھایا کرو۔ بطور خاص ''باپ'' کو ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی عادت ہے کہ وہ باپ کی قسم بہت کھاتے ہیں۔ نیز عبداللہ کی قسم کھانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال عظمت وجلالت کے سبب چونکہ قسم اسی کی ذات کے ساتھ مختص ہے' اس لیے کسی غیر اللہ کو اللہ کے مشابہ نہ قرار دیا جائے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بارہ میں منقول ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''میں سو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھاؤں اور پھر اس کو توڑ ڈالوں۔ میں اس کو اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ کسی غیر اللہ کی قسم کھاؤں اور اس کو پورا کروں۔''

ہاں جہاں تک حق تعالیٰ کی ذاتِ پاک کا سوال ہے تو اس کو سزاوار ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنی عظمت وجلالت کے اظہار کے لیے اپنی مخلوقات میں سے جس کی چاہے قسم کھائے۔

اس حدیث کے ضمن میں ایک اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ سے یوں منقول ہوا ہے "افلح وابیہ" یعنی آپ ﷺ نے باپ کی قسم کھائی، جبکہ یہ حدیث اس کے سراسر خلاف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا باپ کی قسم کھانا اس ممانعت سے پہلے کا واقعہ ہو گا۔ اس صورت میں دونوں حدیثوں میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا، یا پھر یہ کہ آپ ﷺ نے یہ باپ کی قسم قصداً نہیں کھائی ہو گی، بلکہ قسم کے یہ الفاظ قدیم عادت کی بنا پر اضطراراً آپ ﷺ کی زبان سے نکل گئے ہوں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَحْلِفُوْا بِالطَّوَاغِيْ وَلَا بِآبَائِكُمْ" (مسلم: ج۱۱ ص۱۰۷)

"نہ بتوں کی قسم کھاؤ اور نہ اپنے باپوں کی قسم کھاؤ۔"

ایام جاہلیت میں عام طور پر لوگ بتوں اور باپوں کی قسم کھایا کرتے تھے، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو قبولیت اسلام کے بعد اس سے منع فرمایا تاکہ وہ اس بارہ میں احتیاط رکھیں اور قدیم عادت کی بنا پر اس طرح کی قسمیں ان کی زبان پر نہ چڑھیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِيْ حَلْفِهٖ بِاللَّاتِ وَالْعُزّٰى فَلْيَقُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْيَتَصَدَّقْ".

(بخاری: ج۴، ص۱۸۴۱، مسلم: ج۱۱ ص۱۰۶)

"جو شخص قسم کھائے اور اپنی قسم میں یہ الفاظ ادا کرے کہ "میں لات وعزیٰ کی قسم کھاتا ہوں" تو اسے چاہئے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کہے۔ اور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو شخص اپنے کسی دوست سے یہ کہے کہ آؤ ہم دونوں جوا کھیلیں تو اس کو چاہئے کہ وہ صدقہ وخیرات کرے۔''

''وہ لا الٰہ الا اللہ کہے'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرے۔ اس حکم کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اگر لات وعزیٰ کے نام کسی تو مسلم کی زبان سے سہواً نکل جائیں تو اس کے کفارہ کے طور پر کلمہ پڑھے' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ...... ﴿١١٤﴾ (هود)

''بلاشبہ نیکیاں' برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

پس اس صورت میں غفلت وسہو سے توبہ ہوگی۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ اگر ان کی زبان سے لات وعزیٰ کے نام ان بتوں کی تعظیم کے قصد سے نکلے ہوں گے تو یہ صراحۃً ارتداد اور کفر ہے' لہٰذا اس کے لیے ضروری ہوگا کہ وہ تجدید ایمان کے لیے کلمہ پڑھے' اس صورت میں معصیت سے توبہ ہوگی۔

''صدقہ وخیرات کرے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے دوست کو جوا کھیلنے کی دعوت دے کر چونکہ ایک بڑی برائی کی ترغیب دی ہے' لہٰذا اس کے کفارہ کے طور پر وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اس نے جس مال کے ذریعہ جوا کھیلنے کا ارادہ کیا تھا اسی مال کو صدقہ خیرات کر دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب محض جوا کھیلنے کی دعوت دینے کا کفارہ یہ ہے کہ صدقہ خیرات کرنا چاہئے تو یہ شخص واقعۃً کھیلے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا؟!

اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی قسم کھانے کا مسئلہ:

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ حَلَفَ عَلٰى مِلَّةٍ غَيْرِ الْإِسْلَامِ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ وَلَيْسَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عَلَى ابْنِ آدَمَ نَذْرٌ فِيمَا لَا يَمْلِكُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنْ قَذَفَ مُؤْمِنًا بِكُفْرٍ فَهُوَ كَقَتْلِهِ وَمَنِ ادَّعٰى دَعْوٰى كَاذِبَةً لِيَتَكَثَّرَ بِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ إِلَّا قِلَّةً"۔ (بخاری: ج۵ ص۲۲۴۷)

"جو شخص اسلام کے خلاف کسی دوسرے مذہب کی جھوٹی قسم کھائے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نے کہا' اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو اور جس شخص نے (دنیا میں) اپنے آپ کو کسی چیز (مثلاً چھری وغیرہ) سے ہلاک کر لیا تو وہ قیامت کے دن اسی چیز کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ (یعنی اگر کسی شخص نے چھری گھونپ کر خودکشی کر لی تو قیامت میں اس کے ہاتھ میں وہی چھری دی جائے گی جس کو وہ اپنے جسم میں گھونپتا رہے گا اور جب تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے نجات کا حکم نہ ہوگا وہ مسلسل اسی عذاب میں مبتلا رہے گا۔) اور جس شخص نے کسی مسلمان پر لعنت کی تو وہ (اصل گناہ کے اعتبار سے) ایسا ہی ہے جیسا کہ اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا ہو' اور اسی طرح جس شخص نے کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائی تو گویا اس نے اس مسلمان کو قتل کر دیا۔ (کیونکہ کفر کی تہمت لگانا اسباب قتل سے ہے۔ لہٰذا کفر کی تہمت قتل کر دینے کے مانند ہے) اور جو شخص جھوٹا دعویٰ کرے تاکہ اس کے مال و دولت میں اضافہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے مال و دولت میں کمی کر دے گا۔"

حدیث کے پہلے جز کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص نے مثلاً یوں قسم کھائی کہ "اگر میں فلاں کام کروں تو یہودی یا نصرانی ہوں' یا دین اسلام سے یا پیغمبر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے اور یا قرآن سے بیزار ہوں۔'' اور پھر اس نے اس کے برخلاف کیا' یعنی قسم کو جھوٹی کر دیا' بایں طور کہ اس نے وہ کام کر لیا جس کے نہ کرنے کی اس نے قسم کھائی تھی تو وہ ایسا ہی یہودی ونصرانی ہو گیا' یا دین اسلام یا پیغمبر اسلام اور یا قرآن سے بیزار ہو گیا' کیونکہ قسم دراصل اس کام کو روکنے کے واسطے ہوتی ہے جس کے لیے وہ قسم کھائی گئی ہے۔ لہٰذا قسم کا سچ ہونا تو یہ ہے کہ قسم کھانے والا وہ کام نہ کرے اور اگر وہ اس کام کو کرے گا تو اپنی قسم میں جھوٹا ہو گا اور اب جب جھوٹا ہو گا تو لامحالہ ویسا ہی ہو گا جیسا کہ اس نے کہا ہے۔

حدیث کے اس ظاہری مفہوم سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی قسم کھانے والا محض قسم کھانے کی وجہ سے اس قسم کو توڑنے کے بعد کافر ہو جاتا ہے' کیونکہ وہ اس طرح قسم کھا کر ایک صریح حرام فعل کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر اس قسم کو جھوٹی کر کے گویا کفر کو برضا ورغبت اختیار کرتا ہے۔ لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ اس ارشاد گرامی کی مراد یہ بتانا نہ ہو کہ اس طرح کی قسم کھانے والا واقعۃً یہودی وغیرہ ہو جاتا ہے' بلکہ اس کی مراد بطور تہدید وتنبیہ یہ ظاہر کرنا ہو کہ وہ شخص یہودیوں وغیرہ کی مانند عذاب کا مستوجب ہوتا ہے' چنانچہ اس کی نظیر آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ ''مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَقَدْ كَفَرَ''. ''یعنی جس شخص نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔'' اس ارشاد کا بھی یہی مطلب ہے کہ نماز چھوڑنے والا کافروں کے سے عذاب کا مستوجب ہوتا ہے۔ اب رہی یہ بات کہ اس طرح قسم کھانا اگرچہ حرام ہے' لیکن اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا ہی لے تو کیا شرعی طور پر اس کو قسم کہیں گے اور کیا اس قسم کو توڑنے کا کفارہ واجب ہو گا یا نہیں؟ تو اس بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں' حضرت امام ابوحنیفہؒ اور بعض علماء کا قول تو یہ ہے کہ یہ قسم ہے اور اگر اس قسم کو توڑا جائے گا تو اس شخص پر کفارہ واجب ہو گا' حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ یہ فرماتے ہیں کہ اس طرح

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہنے پر قسم کا اطلاق نہیں ہوگا' یعنی شرعی طور پر اس کو قسم نہیں کہیں گے اور جب یہ قسم ہی نہیں ہے تو اس کو توڑنے پر کفارہ بھی واجب نہیں ہوگا' ہاں اس طرح کہنے والا سخت گنہگار ہوگا' خواہ وہ اپنی بات کو پورا کرے یا توڑ ڈالے۔

''اور کسی انسان پر اس چیز کی نذر پوری کرنا واجب نہیں جس کا وہ مالک نہ ہو۔'' کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً اگر کوئی شخص یوں کہے ''اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو جائے تو میں فلاں غلام آزاد کر دوں گا۔'' جبکہ وہ فلاں غلام درحقیقت اس کی ملکیت میں نہ ہو' تو اس صورت میں اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر اس کے بعد وہ غلام اس کی ملکیت ہی میں کیوں نہ آ جائے ہاں اگر اس نے آزادی کو ملکیت کے ساتھ مشروط کر دیا' یعنی یوں کہا کہ ''اگر میرا فلاں عزیز صحت یاب ہو گیا اور فلاں غلام میری ملکیت میں آ گیا یا فلاں غلام کو میں نے خرید لیا تو میں اس کو آزاد کر دوں گا۔'' تو اس صورت میں وہ غلام ملکیت میں آنے کے بعد یا خریداری کے بعد اس نذر کے مطابق آزاد ہو جائے گا۔

''تا کہ اس کے مال ودولت میں اضافہ ہو۔'' یہ اکثر کے اعتبار سے دعوے کی علت وسبب کی طرف اشارہ ہے کہ اکثر لوگ محض اپنے مال ودولت میں اضافہ کی خاطر جھوٹے دعوے کرتے ہیں' ان الفاظ کی مراد یہ قید لگانا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے مال ودولت میں اضافہ کے مقصد کے بغیر جھوٹا دعوی کرے تو اس کے حق میں مذکورہ ثمرہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مال میں کمی کر دیا جانا) مرتب نہیں ہوگا۔ جھوٹے دعوے کا مذکور ثمرہ محض مال ودولت ہی سے تعلق نہیں رکھتا' بلکہ یہی ثمرہ ان لوگوں کے حق میں بھی مرتب ہوتا ہے جو اپنے احوال وفضائل اور کمالات کے بارہ میں محض اس مقصد سے جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں کہ عام انسانوں کی نظروں میں ان کا جاہ ومرتبہ زیادہ سے زیادہ بڑھے۔ جیسا کہ نام نہاد اور بناوٹی صوفیوں اور پیروں کا شیوہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر قسم توڑ دینے ہی میں بھلائی ہو تو اس قسم کو توڑ دینا چاہیے:

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنِّیْ وَاللّٰہِ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ لَا اَحْلِفُ عَلٰی یَمِیْنٍ فَاَرٰی غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا اِلَّا کَفَّرْتُ عَنْ یَّمِیْنِیْ وَاَتَیْتُ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ''۔

(بخاری: ج ۳، ص ۱۱۴۱، مسلم: ج ۱۱، ص ۱۰۹)

''اللہ کی قسم! اگر میں کسی چیز پر قسم کھاؤں اور پھر اس قسم کے خلاف کرنے ہی کو بہتر سمجھوں تو میں اپنی قسم توڑ دوں گا اور اس کا کفارہ ادا کر دوں گا، اس طرح اس چیز کو اختیار کروں گا۔''

مطلب یہ ہے کہ اگر میں کسی کام کے بارہ میں قسم کھاؤں کہ وہ کام نہ کروں گا۔ مگر پھر سمجھوں کہ اس کام کو کرنا ہی بہتر ہے تو میں قسم کو توڑ کر کفارہ ادا کر دوں گا اور اس کام کو کر لوں گا، اس مسئلہ کی مثالیں آگے آنے والی حدیث کی تشریح میں بیان ہوں گی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن مجھ سے) فرمایا کہ: www.KitaboSunnat.com

''یَا عَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَۃَ لَا تَسْأَلِ الْاِمَارَۃَ فَاِنَّكَ اِنْ اُوْتِیْتَھَا عَنْ مَّسْاَلَۃٍ وُکِلْتَ اِلَیْھَا وَاِنْ اُوْتِیْتَھَا عَنْ غَیْرِ مَسْاَلَۃٍ اُعِنْتَ عَلَیْھَا وَاِذَا حَلَفْتَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاَیْتَ غَیْرَھَا خَیْرًا مِّنْھَا فَکَفِّرْ عَنْ یَّمِیْنِكَ وَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ''. وفی روایۃ: ''فَاْتِ الَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ وَّکَفِّرْ عَنْ یَّمِیْنِكَ''. (بیہقی: ج ۱۰، ص ۱۰۰)

''عبدالرحمٰن! سرداری کی خواہش نہ کرو، (یعنی اس بات کی طلب نہ کرو کہ مجھے فلاں جگہ کا حاکم و سردار بنا دیا جائے) کیونکہ اگر تمہاری طلب پر تمہیں سرداری دی جائے گی تو تم اس سرداری کے سپرد کر

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیئے جاؤ گے اور اگر بغیر طلب کے کہیں سرداری ملے گی تو اس میں تمہاری مدد کی جائیگی۔ نیز اگر تم کسی بات پر قسم کھاؤ اور پھر دیکھو کہ اس قسم کا خلاف کرنا ہی اس قسم کو پوری کرنے سے بہتر ہے' تو تم اس قسم کا کفارہ دے دو اور وہی کام کرو جو بہتر ہے۔'' اور ایک روایت میں یوں ہے کہ ''اس چیز کو عمل میں لاؤ جو بہتر ہے اور اپنی قسم کا کفارہ دیدو۔''

''سرداری کی خواہش نہ کرو۔'' کا مطلب یہ ہے کہ سرداری وسیادت کوئی معمولی چیز نہیں ہے' بلکہ ایک بہت ہی دشوار اور سخت ذمہ داری کی چیز ہے۔ اس کے فرائض اور حقوق کی ادائیگی ہر شخص کے بس کا کام نہیں ہے۔ بلکہ صرف چند ہی لوگ اس کا بار اٹھانے کی صلاحیت رکھتے ہیں' لہٰذا نفس کی حرص میں مبتلا ہو کر سرداری وسیادت کی خواہش نہ کرو' کیونکہ اگر تم اپنی طلب پر سرداری وسیادت پاؤ گے تو پھر تمہیں اسی کے سپرد کر دیا جائے گا' بایں معنی کہ اس کے فرائض کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر چہار طرف شر وفساد برپا ہوں گے اور تم مخلوق خدا کی نظروں میں بڑی بے آبروئی کے ساتھ اس منصب کے نااہل قرار دیئے جاؤ گے۔ ہاں اگر بلا طلب تمہیں سرداری وسیادت کے مرتبہ سے نوازا جائے گا تو اس صورت میں حق تعالیٰ کی طرف سے تمہاری مدد کی جائے گی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارے تمام معاملاتِ انتظام وانصرام درست ہوں گے اور مخلوق خدا کی نظروں میں تمہاری بہت زیادہ عزت ووقعت ہوگی۔

''اور وہی کام کرو گے جو بہتر ہے۔'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کسی گناہ کی بات پر قسم کھاؤ' مثلاً یوں کہو کہ ''اللہ کی قسم! میں نماز نہیں پڑھوں گا۔'' یا ''اللہ کی قسم! میں فلاں شخص کو جان سے مار ڈالوں گا۔'' یا ''اللہ کی قسم! میں اپنے باپ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے کلام نہیں کروں گا۔" تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ ڈالنا ہی واجب ہوگا اور اس قسم کے توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کسی ایسی بات پر قسم کھائی جائے جس کے خلاف کرنا اس سے بہتر ہو' مثلاً یوں کہا جائے کہ "اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی سے ایک مہینہ تک صحبت نہیں کروں گا۔" یا اسی طرح کی کسی اور بات پر قسم کھائی جائے تو اس صورت میں اس قسم کو توڑ دینا محض اولیٰ ہوگا۔ اس بارہ میں زیادہ تفصیل ابتداء باب میں گزر چکی ہے۔

یہاں جو روایتیں نقل کی گئی ہیں' ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی روایت سے تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کر دینا چاہئے۔ جبکہ دوسری روایت سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد ادا کرنا چاہئے' چنانچہ اس مسئلہ پر ان تینوں ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ کفارہ قسم توڑنے سے پہلے ادا کر دینا جائز ہے' لیکن حضرت امام شافعیؒ کے ہاں یہ جواز اس تفصیل کے ساتھ ہے کہ اگر کفارہ کی ادائیگی روزہ کی صورت میں ہو تو قسم توڑنے سے پہلے کفارہ ادا کرنا جائز نہیں ہوگا۔ اور اگر کفارہ کی ادائیگی غلام آزاد کرنے یا مستحقین کو کھانا کھلانے یا کپڑے پہنانے کی صورت میں ہو تو پھر قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی جائز ہوگی۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ قسم توڑنے سے پہلے کفارہ کی ادائیگی کسی صورت میں جائز نہیں ہے' وہ فرماتے ہیں کہ جن احادیث سے تقدیم کفارہ مفہوم ہوتا ہے ان میں حرف واؤ محض جمع کے لیے ہے اس سے تقدیم وتاخیر کا مفہوم مراد نہیں ہے۔ اور نہ حقیقۃً وہ احادیث تقدیم وتاخیر پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَرَاٰی خَیْرًا مِّنْهَا فَلْیُکَفِّرْ عَنْ یَّمِیْنِهٖ وَلْیَفْعَلْ". (مشکوٰۃ: ج ۲' ص ۲۹۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"اگر کوئی شخص کسی بات پر قسم کھائے اور پھر وہ یہ سمجھے کہ (اس کے خلاف کرنا ہی) قسم پوری کرنے سے بہتر ہے تو اسے چاہئے کہ وہ کفارہ ادا کردے اور اس کام کو کرلے۔" (یعنی قسم توڑ دے۔)

نیز حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"وَاللّٰهِ لَاَن يَّلَجَّ اَحَدُكُمْ بِيَمِيْنِهٖ فِيْ اَهْلِهٖ اٰثَمُ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَنْ يُّعْطِيَ كَفَّارَتَهُ الَّتِيْ افْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْهِ". (مشکوۃ: ج۲ص۲۹۶)

"اللہ کی قسم! تم میں سے کسی شخص کا اپنی قسم پر اصرار کرنا (یعنی اس قسم کو پوری کرنے ہی کی ضد کرنا) جو اپنے اہل وعیال سے متعلق ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کو زیادہ گنہگار بنا تا ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اس قسم کو توڑ دے اور اس کا کفارہ ادا کردے جو اس پر فرض کردیا گیا ہے۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر قسم توڑنے میں بظاہر حق تعالیٰ کے نام کی عزت وحرمت کی ہتک ہے اور قسم کھانے والا بھی اس کو اپنے خیال کے مطابق گناہ ہی سمجھتا ہے' لیکن اس قسم کو پوری کرنے ہی پر اصرار کرنا جو اہلِ وعیال کی کسی حق تلفی کا باعث ہوتی ہے' زیادہ گناہ کی بات ہے۔ گویا اس حدیث کا مقصد بھی یہ واضح کرنا ہے کہ قسم کے برخلاف عمل کی بھلائی ظاہر ہونے کی صورت میں قسم کو توڑ دینا اور اس کا کفارہ ادا کرنا لازم ہے۔

کسی تنازعہ کی صورت میں قسم اٹھوانے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يَمِيْنُكَ عَلٰى مَا يُصَدِّقُكَ عَلَيْهِ صَاحِبُكَ". (مشکوۃ: ج۲ص۲۹۶)

"تمہاری قسم اس وقت صحیح ہوتی ہے جب تمہارا ساتھی (یعنی قسم اٹھوانے والا) تمہیں سچا سمجھے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ قسم سچی ثابت ہونے کے سلسلے میں اس شخص کی نیت وارادہ کا اعتبار ہوگا۔ جس نے تمہیں قسم دی ہے اس میں قسم کھانے والے کی نہ تو نیت کا اعتبار ہوگا اور نہ اس کے توریہ وتاویل کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر وہ اپنے ذہن میں کوئی دوسرا معنی مراد لے تو وہ گناہ سے نہیں بچ سکے گا۔ لیکن اس حکم کا تعلق کسی تنازعہ کی صورت اس سے ہے' جبکہ قسم اٹھوانے والے کا کوئی حق ومطالبہ قسم کھانے والے پر ہو اور قسم کھانے والے کے توریہ وتاویل سے اس کا حق ساقط ہوتا ہے' یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی مقدمہ کے سلسلہ میں اگر قاضی وحاکم مدعا علیہ کو قسم دلائے تو اس میں قاضی وحاکم کی نیت کا اعتبار ہوتا ہے' ہاں اگر کسی کی حق تلفی کا کوئی معاملہ نہ ہو یا کوئی قسم دینے والا نہ ہو تو پھر توریہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ بطور خاص جبکہ اس توریہ کی وجہ سے کسی کا فائدہ ہوتا ہو' جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سارہ رضی اللہ عنہا کو ظالموں کے پنجہ سے بچانے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ یہ میری بہن ہے۔ سارہ رضی اللہ عنہا کو بہن کہنے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہ تھی کہ یہ میری دینی بہن ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْیَمِیْنُ عَلٰی نِیَّةِ الْمُسْتَحْلِفِ''. (مشکوۃ: ج ۲' ص ۲۹۶)

''قسم کا اعتبار' قسم اٹھوانے والے کی نیت پر ہوتا ہے۔''

اسلام سے بیزاری کی قسم کا مسئلہ:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّنَ الْاِسْلَامِ فَاِنْ کَانَ کَاذِبًا فَھُوَ کَمَا قَالَ وَاِنْ کَانَ صَادِقًا فَلَنْ یَّرْجِعَ اِلَی الْاِسْلَامِ سَالِمًا''.

(مشکوۃ: ج ۲' ص ۲۹۶)

''جو شخص یوں کہے کہ (اگر میں نے ایسا کیا ہو یا ایسا نہ کیا ہو) میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام سے بری ہوں' لہٰذا اگر وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے تو وہ ایسا ہی ہو گیا' جیسا کہ اس نے کہا ہے اور اگر وہ اپنی بات میں سچا ہے تب بھی وہ اسلام کی طرف پوری طرح واپس نہ آئے گا۔"

مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ "اگر میں نے فلاں کام کیا ہو تو میں اسلام سے بیزار ہوں۔" تو وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے' یعنی واقعۃً اس نے وہ کام کیا ہے تو وہ اسلام سے بیزار ہو گیا۔ گویا یہ ارشاد تو اس طرح قسم کھانے کی شدید ممانعت کو ظاہر کرنے کے لیے بطور مبالغہ فرمایا گیا ہے۔ اگر وہ شخص اپنی بات میں سچا ہے' یعنی واقعۃً اس نے وہ کام نہیں کیا تو اس صورت میں بھی اس کا اس طرح کہنا گناہ سے خالی نہیں ہے' کیونکہ اس طرح کی قسم کھانے سے مسلمانوں کو منع کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اس روایت میں مذکورہ قسم کو "منعقد قسم" پر محمول کیا ہے جیسا کہ انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور قسم کو بھی "منعقدہ قسم" پر محمول کیا ہے۔ لیکن ملا علی قاریؒ نے اس کو "غموس قسم" پر محمول کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض مواقع پر کس طرح قسم کھاتے تھے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

إِذَا اجْتَهَدَ فِي الْيَمِينِ قَالَ: "لَا وَالَّذِي نَفْسُ أَبِي الْقَاسِمِ بِيَدِهٖ". (مشکوٰۃ: ج ۲' ص ۲۹۷)

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (بعض مواقع پر) اپنی قسم میں زور پیدا کرنا چاہتے تو اس طرح قسم کھاتے تھے: "نہیں! قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں ابوالقاسم کی جان ہے۔" (یہ بات نہیں بلکہ یہ بات ہے۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''ابوالقاسم'' سرکارِ دوعالم ﷺ کی کنیت مبارک تھی۔آنحضرت ﷺ کی قسم کے ان الفاظ میں زورِ بیان اور شدت وتاکید بایں معنی ہے کہ یہ الفاظ اللہ تعالیٰ کے کمالِ قدرت اور آنحضرت ﷺ کی عبودیتِ کامل نیز آپ ﷺ کے نفسِ مبارک کے مسخر ومطیع ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

كَانَتْ يَمِيْنُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ إِذَا حَلَفَ لَا وَأَسْتَغْفِرُ اللهَ".

(مشکوٰۃ: ج۲، ص۲۹۷)

''رسول کریم ﷺ جب قسم کھاتے تھے' تو آپ ﷺ کی قسم اس طرح ہوتی تھی:''لَا وَاَسْتَغْفِرُ اللهَ''.

ان الفاظ کوقسم کہنا بایں وجہ ہے کہ یہ الفاظ اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے قسم ہی کے مشابہ ہیں' کیونکہ ان الفاظ کے معنی ہیں ''اگر یہ بات اس کے برخلاف ہوتو میں اللہ سے بخشش چاہتا ہوں۔'' اور ظاہر ہے کہ اس طرح کہنا اپنی بات اور اپنے مطلب کومضبوط وموکد کرنا ہے۔لہٰذا یہ قسم ہی کے حکم میں ہیں۔

غیر مناسب قسم توڑ دو اور اس کا کفارہ ادا کرو:

حضرت ابوالاحوص عوف بن مالک اپنے والد (حضرت مالک رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَرَأَيْتَ ابْنَ عَمٍّ لِيْ اٰتِيْهِ أَسْأَلُهُ فَلَا يُعْطِيْنِيْ وَلَا يَصِلُنِيْ ثُمَّ يَحْتَاجُ إِلَيَّ فَيَأْتِيْنِيْ فَيَسْأَلُنِيْ وَقَدْ حَلَفْتُ أَنْ لَّا أُعْطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ فَأَمَرَنِيْ أَنْ اٰتِيَ الَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ وَّأُكَفِّرَ عَنْ يَّمِيْنِيْ. (رواہ النسائی وابن ماجہ) وَفِيْ رِوَايَتِهٖ: قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! يَأْتِيْنِيْ ابْنُ عَمِّيْ فَأَحْلِفُ أَنْ لَّا أُعْطِيَهُ وَلَا أَصِلَهُ. قَالَ: "كَفِّرْ عَنْ يَّمِيْنِكَ". (مشکوٰۃ: ص۲۹۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا رسول اللہ! آپ میرے چچا کے بیٹے کے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں کہ جب میں (اپنی کسی ضرورت کے موقع پر) اس سے (کچھ مال واسباب) مانگتا ہوں تو وہ مجھ کو (کچھ) نہیں دیتا اور میرے ساتھ حسن سلوک نہیں کرتا ہے۔ لیکن جب خود اس کو مجھ سے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے مانگتا ہے، مگر میں نے (اس کو اس کے اس عمل کی سزا دینے کے لیے کہ وہ خود تو مجھ کو کچھ دیتا نہیں، لیکن مجھ سے مانگنے کے لیے آ جاتا ہے) اس بات پر قسم کھالی ہے کہ میں نہ تو اس کو کچھ دوں گا اور نہ اس سے حسن سلوک کروں گا۔ آنحضرت ﷺ نے (یہ سن کر) مجھے حکم فرمایا کہ "میں وہ کام کروں جو بہتر ہے۔ (یعنی اس کی ضرورت پوری کروں اور اس کے ساتھ حسن سلوک کروں) اور قسم توڑنے کا کفارہ دوں۔"

اور ابن ماجہ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

مالکؒ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! میرے چچا کا بیٹا میرے پاس (کچھ مانگنے) آتا ہے تو میں یہ قسم کھالیتا ہوں کہ نہ تو میں اس کو کچھ دوں گا اور نہ اس کے ساتھ حسن سلوک کروں گا۔" آپ ﷺ نے (یہ سن کر) فرمایا: "تم اپنی قسم (توڑ دو اور اس) کا کفارہ دو۔"

قسم کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہنے کا مسئلہ:

قسم واقع ہونے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ کلمۂ استثناء (ان شاء اللہ) سے خالی ہو۔ تمام علماء کی رائے میں قسم کے لیے لازم ہے کہ اس میں کوئی استثناء نہ ہو خواہ یہ الفاظ مشیت جیسے ان شاء اللہ یا "بجز اس کے کہ اللہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہے۔‘‘ یا ماشاء اللہ (جو بھی اللہ چاہے) یا بغیر الفاظ مشیت کے جیسے ’’ماسوا اس کے کہ کوئی اور بات میری سمجھ میں آ جائے۔‘‘ یا ’’میں ایسا نہ کروں گا بلا سوچے۔‘‘ یا ’’میں ایسا نہیں کروں گا‘ بغیر اس کے کہ اور کوئی صورت پسند آ جائے۔‘‘

اس طرح استثناء کے بعد اگر وہ بات کر لی تو حانث قرار نہیں دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر یوں کہا۔ ’’ایسا نہیں کروں گا بشرطیکہ اللہ نے میری مدد کی یا ’’ایسا ضرور کروں گا‘ بشرطیکہ اللہ نے سہولت دی۔‘‘ وغیرہ وغیرہ۔ اب اس طرح قسم کھانے کے بعد اگر وہی کام کر لیا تو نہ قسم ٹوٹی نہ کفارہ لازم ہوا۔

استثناء کے بارے میں حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

’’مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ فَقَالَ: اِنْ شَآءَ اللّٰہُ فَلاَ حِنْثَ عَلَیْہِ‘‘. (مشکوٰۃ: ج۲‘ ص۲۹۷)

’’جو کسی بات پر قسم کھائے اور قسم کے ساتھ ہی ان شاء اللہ بھی کہہ دے تو اس پر حنث (کا اطلاق) نہیں ہو گا۔

صرف اللہ تعالیٰ کی قسم میں استثناء مؤثر ہے۔ لیکن طلاق کے بارے میں اگر ’’اللہ نے مدد کی‘‘ یا ’’اللہ کی مدد سے۔‘‘ کے الفاظ استعمال کیے اور ان سے مراد استثناء ہو تو اس کا فیصلہ اس کے اور اللہ کے درمیان ہے‘ قاضی کی عدالت اس کی بناء پر کوئی فیصلہ نہیں دے گی۔

استثناء کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ قسم کھانے والا الفاظ اس طرح بولے جو سنے اور سمجھے جا سکیں‘ دوسری شرط یہ ہے کہ جس بات پر قسم کھائی اس بات کے ساتھ ہی استثناء کے الفاظ بولے جائیں‘ اگر دونوں کے درمیان غیر ضروری فاصلہ ہو گا تو استثناء بے فائدہ ہے۔ مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق اور ساتھ ہی ان شاء اللہ یا کوئی استثنائی الفاظ زبان سے ادا ہو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ خواہ بلا ارادہ ہی وہ الفاظ ادا ہوئے ہوں۔ اسی طرح وہ قسم بھی معتبر نہیں ہے جہاں حلف کے الفاظ اور اس بات میں جس پر قسم کھائی جا رہی ہے فاصلہ ہو۔

عقد و معاملات:

اسی طرح تمام عقد و معاملات کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر الفاظ عقد کے ساتھ لفظ ''ان شاء اللہ'' متصل ہو تو وہ عقد و معاملہ منعقد نہیں ہوگا۔ چنانچہ اکثر علماء کا یہی مسلک ہے۔ البتہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول تھا کہ اگر لفظ ان شاء اللہ منفصل ہو تو بھی یہی حکم ہے۔

وہ الفاظ جن سے قسم پڑ جاتی ہے:

اللہ کا نام لے کر یا اللہ کی صفات میں سے کسی صفت کا ذکر کر کے قسم کھائی جائے تو وہ قسم پڑ جاتی ہے۔ جیسے اللہ کی قسم' خدا کی قسم۔ اللہ کو حاضر ناظر جان کر' اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ یہ کام ضرور کروں گا۔'' یا جیسے ''رحمٰن و رحیم کی قسم۔'' ...... ''عزت و جلال والے کی قسم۔'' ...... ''پروردگار کی قسم۔'' ...... ''رب العلمین کی قسم۔'' ...... ''اس کی قسم جسے قدرت و کبریائی حاصل ہے۔'' تو ان سب صورتوں میں اگر کسی کام کے کرنے کی قسم کھائی تو اسے نہ کرنے پر قسم ٹوٹ جائے گی اور اگر نہ کرنے کی قسم کھائی ہے تو کرنے پر قسم ٹوٹ جائے گی۔ اللہ کی ذات وصفات کی حرمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس جرم میں وہ کفارہ ادا کرے۔ کیونکہ اس نے اللہ کو اپنے اعمال کی ڈھال بنایا اور اس کے احترام کو ملحوظ نہ رکھا' اگر کسی نے یوں کہا کہ میں ''قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ کام نہ کروں گا۔'' تو یہ بھی اللہ کی قسم کھانا ہے۔ کلام اللہ کی قسم کھانے سے بھی قسم پڑ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ بھی اللہ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ مصحف (کتاب اللہ) کی قسم منعقد ہو جاتی ہے' کیونکہ اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اس کے اتارنے والے کی قسم کھائی گئی ہے۔ حلف'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہادت، قسم اور عزم کے الفاظ سے قسم کھائی جاتی ہے۔

عربی میں "أَقْسَمْتُ بِاللّٰهِ، آلَيْتُ بِاللّٰهِ، شَهِدتُّ بِاللّٰهِ، حَلَفْتُ بِاللّٰهِ، یا عَزَمْتُ بِاللّٰهِ" کہنے سے قسم واقع ہو جاتی ہے، اگر ان الفاظ کے ساتھ اللہ کا نام نہ لیا جائے، مگر دل میں اللہ کی نیت ہو تو بھی قسم پڑ جائے گی۔ البتہ نیچے دیئے ہوئے الفاظ سے قسم نہیں پڑے گی خواہ ارادہ قسم ہی کا ہو۔ "اَسْتَعِیْنُ بِاللّٰهِ" (میں اللہ سے مدد مانگتا ہوں)...... "أَعْتَصِمُ بِاللّٰهِ، یا أَتَوَكَّلُ عَلَى اللّٰهِ" (اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں)...... "عَلِمَ اللّٰهُ" (اللہ کو علم ہے)...... "عِزُّ اللّٰهِ" (عزت اللہ کی ہے۔)...... "تَبَارَكَ اللّٰهُ" (اللہ کی ذات برکت والی ہے۔)...... "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔)...... یا "سُبْحَانَ اللّٰهِ" (اللہ پاک ہے۔) وغیرہ۔ (فقہ السنہ: ج ۳، ص ۹)

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے کا حکم:

اللہ کے سوا کسی اور کی قسم کھانے سے قسم نہیں پڑتی، چنانچہ اگر کوئی نبی کریم ﷺ کی یا کعبے کی یا جبریل علیہ السلام کی یا کسی ولی یا بزرگ شخصیت کی قسم کھائے تو قسم نہیں پڑے گی، ایسی قسم کھا کر توڑ دی جائے تو اس کا کفارہ بھی نہیں ہے۔ ایسی قسموں میں اگر کسی کو اللہ کے برابر سمجھنے کا تصور ہے تو شرک ہے اور اگر رسول اللہ یا کعبے یا فرشتے وغیرہ کی توہین ہوتی ہو تو کفر ہے۔ حدیث میں ہے: "مَنْ حَلَفَ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ أَشْرَكَ" "جس نے اللہ کے علاوہ کسی اور کی قسم کھائی تو اس نے شرک کیا۔" بعض فقہاء نے قرآن کی قسم کھانے کو بھی غیر اللہ کی قسم میں داخل کیا ہے، اگر اس سے قرآن کی جلد مراد ہو اور کلام الٰہی کا تصور نہ ہو۔

قسم میں تعلیق:

حلف بالتعلیق، یعنی قسم کے ساتھ کسی امر کو وابستہ کرنا مثلاً یوں کہنا کہ "بخدا ایسا نہیں کروں گا، خواہ مجھے بیوی کو طلاق دینا پڑ جائے۔" علماء احناف کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک یہ کہنا اسی وقت جائز ہے جب فریق ثانی کو محض اپنی قسم کی پختگی کا یقین دلانا مقصود ہو۔ لیکن اگر یہ مقصد نہ ہو تو یہ ایک مکروہ قول ہے۔

قسم کا تکرار:

اگر ایک ہی چیز یا کئی اشیاء پر قسم کا تکرار ہو جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ اور ایک روایت میں حضرت امام احمد کے نزدیک ہر قسم پر کفارہ واجب ہے۔ اور عام حنابلہ کے نزدیک جس پر کفارہ سے پہلے قسم واجب ہوگئی ہو اور قسم کا موجب بھی ایک ہی ہو تو اس پر ایک ہی کفارہ واجب ہوگا۔ کیونکہ سارے کفارے ایک ہی جنس میں سے ہیں۔ اگر قسم کا موجب' یعنی کفارہ مختلف ہو جیسے کفارہ ظہار اور کفارہ قسم تو اس تکرار قسم میں دو کفارے دینے پڑیں گے۔ (فقہ السنہ: ج ۳' ص ۲۴)

دوسرے کی طرف سے قسم کھانا یا دِلانا:

کسی نے دوسرے سے کہا کہ ''وَاللّٰہِ'' یا ''بخدا تم ایسا ضرور کرو گے۔'' تو اگر اس سے مقصد مخاطب کو قسم دلانا ہے تو نہ تو یہ قسم ہوگی اور نہ اس سے کسی پر کچھ واجب ہوگا۔ لیکن اگر مخاطب کو قسم دلانا مقصود نہ ہو تو اس کو قائل کی طرف سے قسم سمجھا جائے گا' لہٰذا اگر مخاطب نے وہ کام نہ کیا تو کہنے والا حانث ہو جائے گا اور اس پر کفارہ عائد ہوگا۔ مخاطب پر کچھ لازم نہ ہوگا لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میرا مقصد اس طرح کہنے سے صرف مخاطب کا ارادہ دریافت کرنا تھا تو یہ قسم نہیں سمجھی جائے گی۔ یہ ہے علمائے احناف کی رائے' باقی تینوں ائمہ کے نزدیک بھی یہی صورت ہے تاہم وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کسی سے اللہ کی قسم کے ساتھ کوئی کام کرنے کو کہا جائے اور اس کام کو کر دینے میں اس کا کوئی نقصان نہ ہوتا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اس کی قسم کو پورا کر دیا جائے۔

قسم کا کفارہ کب واجب ہوگا:

قسم واقع ہونے کی شرطیں بیان کی جا چکی ہیں تو اگر ان شرطوں کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطابق منعقدہ قسم کو توڑا جائے گا تو کفارہ واجب ہو گا اور اگر قسم نہیں ٹوٹی تو کفارہ واجب نہ ہوگا' اسی طرح اگر کوئی یہ کہے کہ میں نے منت مانی ہے کہ یہ کام کروں گا اور وہ کام نہیں کیا تو کفارہ واجب ہو جائے گا۔ یا کہا کہ ''مجھے قسم ہے کہ ایسا ضرور کروں گا۔'' اگرچہ یہاں اللہ کا نام نہیں لیا' پھر بھی قسم ہو جائے گی اور اگر وہ ٹوٹ گئی تو کفارہ دینا واجب ہوگا۔ یہ بات بھی کفارہ واجب کرتی ہے' اگر کوئی شخص حلال چیز کو کہے کہ مجھ پر اس کا کھانا حرام ہے تو اس سے چیز تو حرام نہیں ہو جاتی' لیکن اگر اسے کھایا تو قسم کا کفارہ دینا ہوگا' ہاں اگر اس نے محض اطلاع دینے کے لیے کہا کہ فلاں شخص کا مال یا کوئی چیز مجھ پر حرام ہے تو یہ قسم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ ''اگر ایسا کروں تو اللہ سے پھروں۔'' یا ''اللہ کی کتاب سے پھروں۔'' یا ''رسول اللہ ﷺ سے پھروں۔'' تو اگر اس نے وہ کام کیا تو قسم توٹنے والا کفارہ لازم ہوگا۔ مگر یہ کہ ''اللہ شاہد ہے۔'' یا ''فرشتے گواہ ہیں۔ میں ایسا کروں گا۔'' یا ''اگر نہ کروں تو رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم ہو جاؤں۔'' تو ان الفاظ سے کفارہ لازم نہ ہوگا۔ یہ کہنا کہ ''اگر میں نے ایسا کیا تو کافروں کے زمرہ میں ہوں۔'' تو اب اگر وہ اسے کرتا ہے تو کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر وہ اس بات کو کر چکا ہے اور پھر یہ کہہ رہا ہے تو دروغ حلفی کا مجرم اور گنہگار ہے۔

قسم کا کفارہ ادا کرنے کا طریقہ:

قسم کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا کھلانا' یا کپڑے پہنانا' یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ ان تینوں باتوں میں سے ایک بات اختیار کی جا سکتی ہے۔ غلاموں کی خرید وفروخت اب ہوتی نہیں' لہٰذا اُسے کفارے میں آزاد کرنے کا طریقہ ختم ہو گیا ہے۔ بس اب دو ہی طریقے ہیں' لیکن اگر ان دو میں سے کوئی بات نہ کر سکتا ہو' یعنی فی الحقیقت عاجز ہو تو اب تین روزے رکھ سکتا ہے۔ یعنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کفارے میں روزے تب ہی رکھے جائیں گے جب پہلی مذکورہ باتوں میں سے کوئی بات بھی نہ کر سکتا ہو۔

کھانا کھلانے سے متعلق یہ امور ملحوظ رکھے جائیں: دس محتاجوں کو دونوں وقت کھانا کھلا دے یعنی جن دس محتاجوں کو صبح کھلائے انہیں دس محتاجوں کو شام کو بھی کھلائے یا پھر صدقۂ فطر میں جتنا غلہ دیا جاتا ہے اتنا اتنا غلہ دس فقیروں کو دے یعنی ہر ایک کو سوا دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت۔ گیہوں کے بجائے گیہوں کا آٹا اور جو کے بجائے جو کا آٹا دیا جا سکتا ہے۔ دس آدمیوں کا آٹا بیس آدمیوں کو تقسیم کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح کفارے کی پوری مقدار ایک ہی محتاج کو ایک ہی دن ایک دفعہ میں دے دینا یا دس دفعہ کر کے دینا بھی جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر دس دن تک ہر روز ایک ہی محتاج کو پوری مقدار جنس کی (یا قیمت) دی گئی تو جائز ہے، کیونکہ دس مسکینوں کی شرط اس طرح پوری ہو جائے گی۔ ایک شخص کی خوراک دو آدمیوں میں بانٹنا درست نہیں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ جس مسکین کو صبح کھانا کھلایا جائے تو اسی کو شام کے کھانے کی قیمت دے دی جائے۔

کپڑا پہنانے سے متعلق یہ باتیں ملحوظ رہیں گی: دس مسکین اگر مرد ہیں تو ان میں ہر ایک کا جوڑا ایسا ہونا چاہئے کہ جسم ڈھک جائے، کرتا یا قمیص اور پائجامہ یا لنگی۔ عورتیں اگر ہیں تو اوڑھنی بھی دینا چاہئے۔ تاکہ نماز پڑھ سکیں۔ کپڑا پرانا نہ ہو اور اتنا مضبوط ہو کہ تین ماہ سے زائد عرصے تک پہنا جا سکے اور اوسط درجے کے لوگوں کے پہننے کے لائق ہو۔

روزے کا کفارہ صرف اسی حال میں درست ہے جب کھلانے اور پہنانے کا مقدور نہ ہو۔ وہ شخص صاحب مقدور قرار دیا جائے گا جس کے پاس اتنا مال ہو کہ گزارے کے اخراجات نکال کر کفارہ دے سکے، غیر مستطیع کو یہ اجازت ہے کہ وہ قسم کے کفارے میں تین روزے رکھے۔ اگر مسلسل تین نہیں رکھ سکا تو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ کیونکہ روزہ کا کفارہ اور ظہار کا کفارہ اس وقت تک ادا نہیں ہوتا جب تک مقررہ تعداد مسلسل نہ پوری کی جائے' باقی تین امام قسم کے کفارے میں مسلسل روزے رکھنا لازم نہیں سمجھتے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ قسم کے کفارے میں جو حکم قرآن وحدیث میں مذکور ہوا ہے اس میں تسلسل کی قید نہیں لگائی گئی ہے:

﴿فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَـٰثَةِ أَيَّامٍ ذَٰلِكَ كَفَّـٰرَةُ أَيْمَـٰنِكُمْ﴾ (مائدہ ۸۹)

''جس کو کھانا کپڑا دینا میسر نہ ہو وہ تین دن کے روزے رکھے' تو یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے۔''

طلاق کی قسم کھانا حرام ہے:

طلاق کو قسم قرار دینا' یعنی یہ قسم کھا بیٹھنا کہ فلاں کام کے کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں طلاق واقع ہوگی۔ یہ جائز نہیں ہے۔ اسی طرح اپنی بیوی کو ڈرا دھمکا کر یہ کہنا بھی جائز نہیں ہے کہ اگر تو نے یہ کام کیا تو تجھے طلاق ہے۔ کیونکہ اسلام میں قسم کا ایک خاص صیغہ ہے جس کے علاوہ کسی صیغے میں قسم کی اجازت اسلام نے نہیں دی ہے۔ یہ صیغہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللهِ فَقَدْ أَشْرَكَ''۔

(ابوداود: ج ۲' ص ۱۰۷' ترمذی: ج ۴' ص ۱۱۰)

''جس نے اللہ کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھائی' اس نے شرک کیا۔''

''مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ أَوْ لِيَصْمُتْ'' (مسلم: ج ۱۱' ص ۱۰۵)

''جس کو قسم کھانا ہو وہ اللہ کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔''

ایلاء اور اس کا حکم:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِن فَآءُو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۲۶﴾ (بقرہ:۲۲۶)

''جو لوگ اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسمیں کھا لیتے ہیں' ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے' اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے' مہربان ہے۔''

اگر کوئی قسم کھائے کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر چار مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ دے گا اور عورت اس کے نکاح میں رہے گی۔ اور اگر چار مہینے گزر گئے اور اس کے پاس نہ گیا تو عورت پر طلاق ہو جائے گی۔ شریعت میں ایلاء یہ ہے کہ عورت کے پاس جانے سے چار ماہ یا زائد کے لیے بلا قید مدت قسم کھائے' اور چار ماہ سے کم ایلاء نہ ہو گا۔ ایلا کی تینوں صورتوں میں چار مہینے کے اندر عورت کے پاس جائے گا تو کفارہ قسم کا دینا پڑے گا ورنہ چار ماہ کے ختم پر بلا طلاق ہی عورت مطلقہ بائنہ ہو جائے گی۔

قسموں کے بارے میں تمہید کے بعد اب ایک ''ایلاء'' کا حکم بیان ہو رہا ہے جس میں قسم کو بنیادی اور اصلی حیثیت حاصل ہے۔ عرب میں دستور تھا کہ جب بیوی سے ناراض ہوتے تو یہ قسم کھا لیتے کہ اب میں تیرے پاس نہ آؤں گا۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کو ستانے کا یہ ایک طریقہ تھا۔ اس سے عورت نہ بیوہ ہوتی اور نہ خاوند والی۔ عربی میں اس طرح کی قسم کے لیے لفظ ''ایلاء'' آیا ہے۔ یہ ''اُلو'' سے افعال کے وزن پر مصدر ہے۔ ''الو'' کے لغوی معنی کسی کام میں کوتاہی کرنے اور کمی کرنے کے ہیں۔ یہ عرب میں زمانۂ جاہلیت کی اصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے جنسی تعلقات نہ رکھنے کی قسم کھا لیتا ہے۔ چونکہ اس کے مفہوم میں چھوڑ دینا موجود ہے اس لیے قطع تعلق کے لیے یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ اسلام نے بھی اسے چند اصلاحات کے ساتھ باقی رکھا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی قسم کھائے کہ اپنی بیوی سے صحبت نہ کروں گا۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ کرے' دوسرے یہ کہ چار ماہ کی قید لگا دے' سوم یہ کہ چار ماہ سے زیادہ کی قید لگا دے' چہارم یہ کہ چار ماہ سے کم کی مدت کا نام لے۔ پہلی دوسری اور تیسری صورت کو اسلام کی قانونی زبان میں ایلاء کہتے ہیں۔ اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چار ماہ کے اندر اپنی قسم توڑ لے اور بیوی کے پاس چلا آ دے تو قسم کا کفارہ دے گا اور نکاح نہ ٹوٹے گا۔ اور اگر چار ماہ گزر جائیں اور قسم نہ توڑی ہو تو اس کی عورت پر طلاق بائن پڑ جائے گی۔ یعنی بغیر نکاح صلح نہیں ہو سکتی۔ اور چوتھی صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قسم توڑ دے تو کفارہ لازم ہو گا اور اگر قسم پوری کر لی تو نکاح پر کوئی اثر نہ ہو گا۔

اس قسم کی قسم چونکہ ازدواجی مقاصد کے خلاف اور بر وتقویٰ کے منافی ہے اس سے بیوی بالکل معلق ہو کے رہ جاتی ہے اس وجہ سے اسلام نے اس طرح کی قسم کھانے والوں کے لیے چار ماہ کی مدت مقرر کی ہے کہ اس کے اندر وہ بیوی سے ازدواجی تعلقات بحال کر لیں۔

آیت میں چونکہ ''ایلاء'' کا لفظ استعمال ہوا ہے اور لفظ ''ایلاء'' قانون کی زبان میں عورت کے پاس نہ جانے پر اس قسم کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں مدت گزر جانے پر میاں اور بیوی کے درمیان طلاق ہو جائے اس لیے فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھا ہے کہ اگر بچہ کے دودھ پلانے کی خاطر بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائی تو ''ایلاء'' نہ ہو گا' لیکن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ بیوی سے صحبت نہ کرنے کی ہر قسم ''ایلاء'' ہے چاہے رضا کی حالت میں یا غصہ کی حالت میں۔

ائمہ تابعین میں سے ابراہیم نخعیؒ امام ابن سیرینؒ اور امام شعبیؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ اور چونکہ ''ایلاء'' کے مفہوم میں قسم کھا لینا داخل ہے اس لیے فقہائے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احناف اور شوافع نے اس آیت کا منشا یہ سمجھا ہے کہ عورت کے پاس نہ جانے پر قسم کھانے پر اس حکم کا اطلاق ہوگا۔ باقی قسم کھائے بغیر تعلقات منقطع کر لینا تو یہ خواہ کتنی ہی طویل مدت کے لیے ہو ''ایلاء'' نہیں ہے۔ لیکن فقہائے مالکیہ کی رائے میں صرف ترکِ تعلق ہی پر بشرطیکہ مدت چار ماہ ہو ''ایلاء'' کا اطلاق ہوگا' خواہ قسم کھائے نہ کھائے۔

''تو اُن کے لیے چار ماہ کی مدت ہے۔'' اگر چار مہینے سے کم پر قسم کھائی تو یہ ''ایلاء'' شرعی نہیں ہے۔ آیت میں چونکہ چار مہینے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں' اس لیے فقہاء میں: امام ابوحنیفہؒ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ اور سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے زن وشو کا تعلق نہ رکھنے کی اپنی بیوی سے چار ماہ کی قسم کھائی تو یہ ''ایلاء'' ہوگا۔ اگر اس مدت میں قسم نہ توڑی اور مدت گزر گئی تو طلاق بائنہ پڑ جائے گی۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں چونکہ سال دو سال کا ''ایلاء'' کرتے تھے اس لیے اللہ پاک نے چار ماہ کی مدت مقرر فرما دی' اس سے کم مدت پر ''ایلاء'' نہیں ہوگا۔ مگر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر چار ماہ کے لیے قسم کھائی تو ''ایلاء'' نہ ہوگا اس سے زیادہ کی مدت پر قسم سے ''ایلاء'' ہوگا۔

''اگر انہوں نے رجوع کر لیا تو اللہ معاف کرنے والا ہے' مہربان ہے۔'' یعنی اگر قسم توڑ کر چار ماہ کے اندر اندر اپنی بیوی سے ازدواجی تعلقات بحال کر لیں تو اللہ مغفرت کرنے والا' مہربان ہے۔ یعنی ان کی یہ قسم ایک حق تلفی پر مبنی تھی اور قسم کو کسی حق تلفی کے لیے سپر بنانا جائز نہیں' لیکن اصلاحِ حال کے بعد اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو معاف فرما دے گا۔

یہاں یہ سوال بے حد اہمیت رکھتا ہے کہ چار ماہ کی مدت میں اگر رجوع کر لیا تو قسم کا کفارہ بھی دینا پڑے گا یا نہیں۔ کچھ فقہاء حسن بصریؒ اور ابراہیم نخعیؒ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی رائے یہ ہے کہ اس پر کفارہ نہیں ہے' کیونکہ یہاں کفارے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لیکن اکثر فقہاء امام مالکؒ امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر کفارہ ہے۔ یہاں اگرچہ کفارے کا ذکر نہیں ہے مگر قرآن نے قسموں کے توڑنے کے بارے میں جو ساتویں پارے میں عام ضابطہ بیان کیا ہے اس میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ اس لیے کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اس صورت کو اس سے مستثنیٰ کیا جائے۔

امام مالکؒ امام شافعیؒ کے خیال میں اگر ''ایلاء'' کرنے والا چار ماہ گزرنے کے بعد رجوع کرے گا تو صحیح ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر چار ماہ کے اندر اندر رجوع کرے گا تو درست ہے چار ماہ گزرنے پر رجوع معتبر نہ ہوگا۔

امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک محض چار ماہ گزرنے سے طلاق نہ پڑے گی' چار ماہ گزر جانے کے بعد قسم کھانے والا یا تو طلاق دے یا رجوع کرے' طلاق ہونا اس کے طلاق دینے پر موقوف ہے اور اگر نہ طلاق دے نہ رجوع کرے' بلکہ سکوت کرے تو عدالت اس سے طلاق دلائے گی۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ: ''اگر چار ماہ بغیر رجوع کے گزر گئے تو اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ خواہ شوہر طلاق دے یا نہ دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے نزدیک رجوع کا موقعہ چار ماہ کے اندر ہے۔ اس مدت کا گزر جانا اس بات کی دلیل ہے کہ شوہر نے طلاق کا عزم کر لیا ہے۔ اس لیے مدت گزرتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔ اور یہ طلاق بائن ہوگی۔ یعنی دورانِ عدت میں شوہر کو رجوع کا حق نہ ہوگا۔ ہاں اگر دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ' حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی ایک قول اسی معنی

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں منقول ہے۔

''ایلاء'' کے متعلق علامہ یوسف القرضاوی کہتے ہیں:

اسلام نے حقوق نسواں کا بڑا لحاظ کیا ہے اس کی ایک درخشندہ مثال یہ ہے کہ اس نے شوہر کے لیے اس بات کو حرام ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنی بیوی پر غصہ ہو کر اس سے خوابگاہ میں اتنے طویل عرصہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لے جس کی عورت متحمل نہ ہو سکتی ہو۔ شوہر جب بیوی سے علیحدہ رہنے کی قسم کھا بیٹھے تو اس کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے۔ ممکن ہے اس مدت میں اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے اور وہ اپنا ارادہ بدل دے۔ اگر اس نے چار ماہ گزرنے سے پہلے اپنی بیوی سے تعلق قائم کر لیا تو اس سے جو گناہ سرزد ہوا ہو اس کو اللہ معاف کر دے گا اور اس کے لیے توبہ کی قبولیت کا وسیع دروازہ کھولے گا۔ ایسی صورت میں اس پر قسم کا کفارہ ادا کرنا واجب ہے۔ لیکن اگر یہ مدت گزر گئی اور اس نے اپنے ارادہ سے رجوع نہیں کیا اور قسم نہیں توڑی تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی۔ بیوی کے حقوق کی طرف سے بے اعتنائی برتنے کا یہ ٹھیک بدلہ ہے۔

بعض فقہاء کے نزدیک مذکورہ مدت کے گزر جانے پر طلاق پڑ جاتی ہے۔ قاضی یا حاکم کے فیصلہ کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اور بعض فقہاء مدت گزر جانے پر حاکم کے سامنے معاملہ پیش کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔ حاکم اسے دو میں سے کوئی ایک بات اختیار کرنے کا موقع دے گا۔ یا تو وہ اپنے ارادہ پر نظر ثانی کر کے اپنی بیوی کو رضامند کر لے یا پھر طلاق دے دے۔ دو میں سے جو چیز اسے شیریں معلوم ہو اسے اختیار کر لے۔ بیوی سے قربت نہ کرنے کی اس قسم کو شرعی اصطلاح میں ''ایلاء'' کہا جاتا ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِّلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ فَإِنْ فَآءُوا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَإِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ...... (بقرہ:۲۲٦)

''جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھیں' ان کے لیے چار ماہ کی مہلت ہے' اگر وہ رجوع کرلیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا' مہربان ہے۔ اور اگر طلاق کا فیصلہ کرلیں تو اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

چار ماہ کی مہلت اس لیے دی گئی ہے تاکہ شوہر کو نظرِ ثانی کرنے اور ہوش سے کام لینے کا پورا موقع مل جائے۔ ایک عورت اپنے شوہر سے عادۃً زیادہ سے زیادہ اس عرصہ تک صبر کرسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں مفسرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ نقل کیا ہے کہ ایک رات جب آپ سراغ رسانی کے لیے نکلے تو ایک عورت کی آواز سنی جس کا شوہر جہاد کے لیے چلا گیا تھا' اس کی عدم موجودگی سے متاثر ہوکر وہ بے تابانہ اشعار گا رہی تھی:

''رات طویل ہوگئی اور ہر طرف تاریکی چھا گئی ...... اور مجھے یہ تصور رُلا رہا ہے کہ میرا خلیل میرے پاس موجود نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ کھیلوں ...... قسم بخدا اگر اللہ کے عذاب کا ڈر نہ ہوتا ...... تو اس چارپائی کے بازو حرکت میں آجاتے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ حال سن کر اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ شوہر کی غیر موجودگی میں عورت کب تک صبر کرسکتی ہے؟ انہوں نے کہا' چار ماہ۔ اس وقت امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ کسی شخص کو اس کی بیوی سے چار ماہ سے زیادہ دور نہ رکھا جائے۔ (اسلام میں حلال وحرام: ص ۲۹۱)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

احکامِ نذر

نذر کی تعریف:

نذر' یہ ہے کہ مکلّف انسان اپنے اوپر کوئی ایسی بات واجب کر لے جسے شارع علیہ السلام نے ضروری قرار نہ دیا ہو' اصطلاح میں اسے منّت ماننا کہتے ہیں۔

نذر کی حیثیت اور ثبوت:

شریعت نے منّت مانی ہوئی بات کو پورا کرنا واجب قرار دیا ہے' بشرطیکہ ماننے والا صحت مند ہو' اور شرائط کو پورا کرتا ہو' جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے:

﴿وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ﴾

''چاہئے کہ وہ اپنی نذروں کو پورا کریں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَن نَّذَرَ أَن يُّطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَن يَّعْصِيَ اللهَ فَلَا يَعْصِهِ''. (ابوداود: ج ۲' ص ۱۱۱)

''جس نے ایسی منت مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت ہے تو اسے ضرور کرے اور جس نے ایسی منت مانی جو معصیت الٰہی ہے تو معصیت قطعاً نہ کرے۔''

منت کو پورا کرنا اس وقت لازم ہوتا ہے جب وہ بات ہو جائے جس کے لیے منت مانی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نذر کو اگرچہ وہ عبادت ہی کیوں نہ ہو مکروہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے نذر کی بابت فرمایا ہے کہ "اِنَّهٗ لَمْ يَاْتِ بِخَيْرٍ" "اس سے کچھ فائدہ نہیں۔" ہاں بخیل سے کچھ خرچ کروانے کا ذریعہ ہے۔ نذر، اللہ کے حکم کو نہیں ٹال سکتی۔ البتہ اگر وہ بات جس کی منت مانی ہے پوری ہو جائے تو نذر کو پورا کرنا واجب ہے۔ امام مالکؒ امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر نذر کو کارِثواب سمجھ کر اور شکر الٰہی بجالانے کے طور پر کوئی اپنے اوپر واجب کر لے کہ جب اللہ کا انعام اس پر ہوا یا کوئی مشکل ٹل گئی یا کسی تکلیف سے نجات یا مریض کو شفا اللہ نے عطا کی تو شکرانے کے طور پر وہ کار ثواب بجالائے گا تو اس صورت میں منت ماننا مستحب اور اسے پورا کرنا فرض ہے۔ نذر جائز اسی حال میں ہے جب یہ خیال نہ ہو کہ اس نذر کے ماننے کی وجہ سے فلاں کام ہو جائے گا' ایسا خیال ہو تو وہ نذر حرام ہوگی' ایسی ہی نذر کو نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے:

"لَا تَنْذُرُوا فَاِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا". (مسلم: ج۲ص ۹۸)

"منت نہ مانا کرو' کیونکہ منت اللہ کے حکم میں سے ذرا سی چیز کو بھی نہیں ٹال سکتی۔"

اگر منت پوری کرنے کو کارِ خیر یا اللہ کا شکر ادا کرنے پر نہیں' بلکہ کسی اور عمل پر موقوف رکھا تو اس کے مکروہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ نذر کو کارِثواب اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی ثواب کا کام مثلاً روزہ' نماز' حج' صدقہ وغیرہ ادا کرنا ہوتا ہے اور شرعی امر اس لیے کہتے ہیں کہ اللہ کا حکم: ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ "چاہئے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں۔" قرآن پاک میں موجود ہے۔

نذر کی قسمیں:

نذر کی دو قسمیں ہیں: (۱) نذر تبرّر ...... (۲) نذر لجاج

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① تبرر ...... بر سے مشتق ہے جس کے معنی نیکی کے ہیں۔ ایسی نذر جس میں نیک کام اور اللہ کا قرب حاصل کرنا پیش نظر ہو وہ نذر تبرر ہے۔ اس کی بھی دو ذیلی صورتیں ہیں:

❶ نذر جو کسی دلی مراد کے پورے ہونے پر موقوف ہو۔ مثلاً اگر مریض کو شفا ہو گئی تو شکرانے میں روزہ رکھوں گا' اس کو نذر مجازاۃ کہتے ہیں' کیونکہ جو منت مانی ہے وہ کسی بات کے جواب میں ہے۔

❷ نذر جو کسی بات کے ہو جانے پر موقوف نہ ہو' مثلاً میں نے نذر مانی ہے کہ اللہ کی خوشنودی کی خاطر روزہ رکھوں گا' یہ دونوں قسمیں نذر تبرر کی ہیں۔

② لجاج ......ضد یا اصرار کی بنا پر یا غصہ اور ناراضگی کے موقعوں پر یہ نذر مانی جاتی ہے۔ اس سے مقصد کبھی ......

❶ کسی فعل سے باز رہنا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر میں فلاں شخص سے بات کروں تو مجھ پر اللہ کا یہ فرض عائد ہوگا' یا اگر فلاں شخص ایسا کرے تو مجھ پر یہ فرض عائد ہوگا۔ پہلی مثال میں اپنے کو دوسرے آدمی کے ساتھ گفتگو سے باز رکھنا ہے' اور دوسری مثال میں دوسرے شخص کو کام سے روکنا ہے۔

❷ اور کبھی اس نذر سے مقصد کسی کام پر خود کو آمادہ کرنا ہوتا ہے' یا کسی اور کو آمادہ کرنا۔ مثلاً اگر گھر میں نہ گیا تو مجھ پر یہ کام لازم ہوگا یا اگر اس نے یہ کام نہ کیا تو مجھ پر یہ واجب ہوگا۔

❸ اور کبھی اس نذر سے مقصد کسی بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ مثلاً اگر وہ بات نہ ہوئی جو تم نے مجھ سے کہی تھی تو مجھ پر اللہ کی طرف

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ لازم ہوگا۔

اس طرح نذر تبرر کی دو قسمیں اور نذر لجاج کی تین قسمیں، کل پانچ قسمیں ہوئیں، نذر تبرر کی دونوں صورتوں میں جو بات مانی ہے اس کا پورا کرنا فرض ہے اور منت ماننے والے پر لازم ہے کہ نذر مشروط میں مراد حاصل ہونے پر جو منت مانی تھی اسے پورا کرے اور غیر مشروط میں اگر وقت متعین کیا ہے تو اسی وقت پورا کردے اور اگر کوئی وقت متعین نہیں کیا ہے تو کچھ تاخیر کی جاسکتی ہے۔ نذر لجاج کی تینوں صورتوں میں جو منت بھی مانی ہو اگر وہ ثواب کے کام کی ہے تو درست ہے، جو امور کار ثواب نہیں ہیں ان کی نذر ماننا درست نہیں، تمام جائز نذروں کو پورا کرنا ہوگا، ورنہ کفارۂ یمین عائد ہوگا۔ (یعنی قسم توڑنے کا کفارہ)

نذر تبرر صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں کہ نذر ماننے والا مسلمان ہو، نذر پوری کرنے پر قادر ہو۔ بچہ، نابالغ یا جنون زدہ نہ ہو۔ (نابالغ یا مجنون کی نذر اگر روزے یا نماز کی ہو تو درست ہے، مالی نذر درست نہیں ہے۔)

جس بات کی نذر مانی گئی ہے اس کی شرط یہ ہے کہ وہ کوئی ثواب کا کام ہو جس کی تعیین بنیادی طور پر شرع میں نہ کی گئی ہو۔ (اگر نذر میں کوئی فرض عین مانا تو وہ نذر منعقد نہ ہوگی، کیونکہ فرائض، یعنی نماز پنجگانہ اور روزہ ماہ رمضان وغیرہ تو پہلے ہی شرعاً لازم ہیں۔) نفل کام ہو یا فرض کفایہ (نماز جنازہ وغیرہ) ہو اور نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا ہو تو نذر مانی جاسکتی ہے۔ لیکن وہ تمام امور جو کار ثواب نہیں ہیں، خواہ وہ حرام و مکروہ ہوں، یا مباح، سب نذر ماننے کے قابل نہیں سمجھے جائیں گے، اور حرام کی نذر درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ معصیت ہے اور حدیث میں صراحت ہے کہ:

"لَا نَذْرَ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ وَلَا فِیْمَا لَا یَمْلِكُهُ ابْنُ آدَمَ".

(مشکوٰۃ: ج۲، ص۲۹۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"فعل گناہ کی نذر اور ایسی بات کی نذر ماننا جو آدمی کے بس میں نہ ہو درست نہیں ہے۔"

امر مکروہ کی نذر بھی مکروہ ہوگی' مثلاً ہمیشہ روزہ رکھنے کی منت مانی تو وہ درست نہ ہوگی۔ امر مباح کی نذر جیسے "میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔" یا "ایک میل تک پیدل جاؤں گا۔" تو اگر یہ نذر پوری نہ کی تو کفارہ لازم آئے گا۔ بعض فقہاء کفارہ واجب نہ ہونے کے حق میں ہیں۔ اور وہ نذریں جس میں کارِ ثواب یا اللہ کی خوشنودی کے لیے کچھ کرنے کی منت مانی گئی ہو تو انہیں پورا کرنا یا کفارہ یمین ادا کرنا لازم ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ امر معصیت کی نذر ماننے کو نادرست کہا گیا ہے' اس میں وہ امر بھی شامل ہے جو بذات خود معصیت نہ ہو مگر خارجی سبب کی بنا پر گناہ ہو جائے۔ مثلاً نماز پڑھنا بذات خود کارِ ثواب ہے لیکن مغصوبہ یا ناجائز قبضہ کی ہوئی زمین پر نماز پڑھنا حرام ہے' لہٰذا اس کی نذر ماننا بھی صحیح نہیں ہے۔ (اسلامی فقہ)

نذر سے متعلق مسائل کا خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے۔ بعض اہم مسائل جن کا ذکر احادیث پاک میں آیا ہے قدرے تفصیل سے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں' چنانچہ ملاحظہ ہو۔

نذر کی ممانعت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَنْذُرُوا فَإِنَّ النَّذَرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ". (مشکوٰۃ: ج۲' ص۲۹۷)

"تم نذر نہ مانو' کیونکہ نذر تقدیر کی کسی چیز کو دور نہیں کرتی' البتہ نذر کے ذریعہ بخیل کا (کچھ مال ضرور) خرچ ہوتا ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے آخری الفاظ کے ذریعہ اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرنے کے سلسلہ میں سخی وبخیل کے درمیان ایک بڑا لطیف فرق بتایا گیا ہے' کہ سخی کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ وہ بلاواسطہ نذر' از خود اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتا ہے' لیکن بخیل کو اس کی توفیق نہیں ہوتی' اگر اسے کچھ مال خرچ کرنا ہوتا ہے تو اس کے لیے نذر کو واسطہ بناتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اللہ کے نام پر اتنا مال خرچ کروں گا' اس طرح سخی تو ''ایثار'' کا وصف اختیار کرتا ہے اور بخیل ''غرض'' کی راہ اختیار کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر بعض علماء نے نذر ماننے کو بالکل مکروہ قرار دیا ہے' لیکن قاضیؒ نے اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ عام طور پر لوگوں کی عادت ہے کہ وہ نذر (یعنی اللہ کی راہ میں اپنا کچھ مال خرچ کرنے) کو کسی فائدہ کے حصول اور کسی ضرورت وحاجت کے پوری ہونے پر معلق کردیتے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا' کیونکہ یہ بخیلوں کا کام ہے' سخی تو جب اللہ تعالیٰ کا تقرب اور اس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اس میں عجلت کرتا ہے اور فوراً ہی اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیتا ہے' لیکن اس کے برخلاف بخیل کا حال یہ ہوتا ہے کہ اس کا دل یہ گوارا نہیں کرتا کہ اپنے ہاتھ سے اپنا مال کسی کو دے' ہاں اس کی کوئی غرض ہوتی ہے تو وہ اپنا مال خرچ کرتا ہے چنانچہ یا تو وہ اپنی حاجت پوری ہونے کے بعد اللہ کے نام پر اپنا کچھ مال نکال دیتا ہے یا اللہ کی راہ میں اپنا کچھ مال نکالنے کو حصولِ نفع یا دفع مضرت پر معلق کردیتا ہے۔ یعنی یہ نذر مانتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا' یا مجھے فلاں نقصان نہ پہنچا تو میں اپنا اتنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کروں گا اور ظاہر ہے کہ اس بات سے تقدیر کا فیصلہ نہیں بدل جاتا' لہٰذا اس صورت میں بھی اس کو مال خرچ کرنے کی نوبت نہیں آتی' ہاں کبھی اس کی نذر' تقدیر کے فیصلہ کے موافق ہوجاتی ہے تو گویا وہ نذر اس

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخیل کو اپنا وہ مال خرچ کرنے پر مجبور کر دیتی ہے' جس کو وہ خرچ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔

بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں نذر سے منع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نذر ماننے کے بعد اس کو پورا کرنے میں سستی و کاہلی نہ کی جائے' کیونکہ جب کسی نے نذر مانی تو اس نذر کو پورا کرنا اس کے ذمہ واجب ہو گیا' لہٰذا اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر مناسب نہیں ہے۔ اور بعض علماء کے نزدیک یہاں نذر کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ اس اعتقاد و خیال کے ساتھ نذر مانی جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کام کو مقدر نہیں کیا ہے وہ نذر سے ہو جائے گا۔ لہٰذا نذر سے منع کرنا اس اعتبار سے ہے نہ کہ مطلق نذر سے منع کرنا مقصود ہے۔

جس نذر کو پورا کرنے میں گناہ ہوتا ہو اسے پورا نہ کرو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ''. (مشکوۃ: ج۲' ص۲۹۷)

''جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہوتی ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کی اطاعت کرے۔ (یعنی اس نذر کو پورا کرے) اور جو شخص ایسی نذر مانے جس سے اللہ تعالیٰ کی معصیت (نافرمانی) ہوتی ہو تو وہ اس کی معصیت نہ کرے۔ (یعنی ایسی نذر کو پورا نہ کرے۔)''

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةٍ وَّلَا فِي مَا لَا يَمْلِكُ الْعَبْدُ''. وفي رواية: ''لَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ''.؟ (مسلم: ج۱' ص۱۰۱)

''جو نذر گناہ کا باعث ہو اس کو پورا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ اس

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیز کی نذر پوری کرنا جائز ہے جس کا وہ بندہ مالک نہ ہو۔''

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نذر سے اللہ تعالیٰ کی معصیت (نافرمانی) ہوتی ہو تو اس کو پرا کرنا جائز نہیں۔''

حدیث کے پہلے جزو کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گناہ کرنے کی نذر مانے' مثلاً یوں کہے کہ ''اگر میری فلاں حاجت پوری ہوگئی تو میں ناچ گانے کی محفل منعقد کروں گا۔'' یا یوں کہے کہ ''میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کرنے کے لیے قوالی کرنے کو اپنے اوپر واجب کرتا ہوں۔'' تو ایسی نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے۔ اور نہ اس صورت میں نذر پوری نہ کرنے میں کفارہ واجب ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ کا قول یہی ہے' جبکہ اس صورت میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قسم کا کفارہ واجب ہوگا۔

حدیث کے دوسرے جزو کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسی چیز کی نذر ماننا جو اپنی ملکیت میں نہ ہو' اس نذر کو پورا کرنے کو جائز نہیں رکھتا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے غلام یا کسی دوسرے شخص کی کسی چیز کے بارہ میں یہ نذر مانے کہ ''میں اللہ کی راہ میں اس غلام کو آزاد کرتا ہوں۔'' یا ''اللہ کے واسطے اس چیز کو دینا اپنے اوپر واجب کرتا ہوں۔'' تو اس صورت میں اس نذر کے صحیح نہ ہونے کی وجہ سے اس غلام کو آزاد کرنا یا اس چیز کو اللہ واسطے دینا اس کے ذمہ لازم نہیں ہوگا۔

نذر کا کفارہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''كَفَّارَةُ النَّذْرِ كَفَّارَةُ الْيَمِينِ''. (مشکوٰۃ: ج۲' ص۲۹۷)

''نذر کا کفارہ قسم کے کفارے جیسا ہے۔''

اگر کوئی شخص کسی چیز کا نام لیے بغیر محض نذر مانے' مثلاً صرف یوں کہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میں نذر مانتا ہوں۔'' تو اس پر کفارہ واجب ہوگا۔ اور اگر وہ نذر میں بلا تعین عدد کے روزے کی نیت کرے تو اس پر تین روزے رکھنے واجب ہوں گے اور اگر نذر میں صدقہ کی نیت کرے تو صدقہ فطر کے مانند دس مسکینوں کو کھانا کھلانا واجب ہوگا۔

نذر کی جن باتوں کو پورا کرنا ممکن نہ ہو ان کو پورا نہ کرنے کی اجازت:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ:

إِذَا هُوَ بِرَجُلٍ قَائِمٌ فَسَأَلَ عَنْهُ. فَقَالُوْا: أَبُوإِسْرَائِيْلَ' نَذَرَ أَنْ يَّقُوْمَ وَلَا يَقْعُدَ وَلَا يَسْتَظِلَّ وَلَا يَتَكَلَّمَ وَيَصُوْمَ. فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ''مُرُوْهُ فَلْيَتَكَلَّمْ وَلْيَسْتَظِلَّ وَلْيَقْعُدْ وَلْيُتِمَّ صَوْمَهُ''.

(مشکوۃ: ج ۲' ص ۲۹۷)

''اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک شخص پر پڑی جو کھڑا تھا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کے بارہ میں دریافت فرمایا۔ (اس کا نام کیا ہے اور یہ اس وقت کیوں کھڑا ہے؟) تو لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام ابو اسرائیل ہے اور اس نے یہ نذر مانی ہے کہ کھڑا رہے گا' نہ بیٹھے گا' نہ سائے میں آئے گا اور نہ (بالکل) بولے گا اور (ہمیشہ) روزے رکھے گا' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ''اس سے کہو' بولے' سایہ میں آئے' بیٹھے اور اپنا روزہ پورا کرے۔''

اس شخص نے جن باتوں کی نذر مانی تھی ان میں سے جس بات پر عمل کرنا اس کے لیے ممکن تھا' اس کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا اور جن باتوں پر عمل کرنا کسی وجہ سے ممکن نہ تھا ان کو پورا نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو حکم دیا کہ وہ روزے کو پورا کرے' یعنی اپنی نذر کے مطابق ہمیشہ روزے رکھا کرے'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ طاعت وعبادات کی نذر کو پورا کرنا لازم ہے اور ہمیشہ روزے رکھنا اس شخص کے لیے ایک بہتر عمل ہے' جو اس پر قادر ہو' لیکن واضح رہے کہ اس صورت میں وہ پانچ روزے مستثنیٰ ہوتے ہیں جو شرعاً وعرفاً ممنوع ہیں اور اگر وہ ان پانچ روزوں کی بھی نیت کرے گا تو ان روزوں کو توڑنا اس پر واجب ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک روزہ توڑنے کا کفارہ اس پر واجب ہوگا۔

جن باتوں پر عمل کرنا ممکن نہ تھا ان میں سے ایک تو ''بولنا'' تھا کہ شرعی طور پر یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص بالکل ہی نہ بولے' کیونکہ بعض مواقع پر ''بولنا'' واجب ہے۔ جیسے نماز میں قراءت' سلام کا جواب دینا اور اس کو ترک کرنا گناہ ہے' چنانچہ آپ ﷺ نے اس کو بولنے کا حکم دیا' اسی طرح بالکل نہ بیٹھنا اور سایہ میں نہ آنا انسان کے بس سے باہر ہے۔ اس لیے آپ ﷺ نے اس کو بیٹھنے اور سایہ میں آنے کا حکم دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَاٰی شَیْخًا یُهَادِیْ بَیْنَ اِبْنَیْهِ. فَقَالَ: ''مَا بَالُ هٰذَا؟'' قَالُوْا: نَذَرَ اَنْ یَّمْشِیَ. قَالَ: ''اِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِیْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِیٌّ.'' وَاَمَرَهٗ اَنْ یَّرْکَبَ. (متفق علیه) وفی روایة لمسلم عن أبی هریرة: قَالَ: ''اِرْکَبْ اَیُّهَا الشَّیْخُ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكَ وَعَنْ نَذْرِكَ''. (مشکوۃ: ج۱ص۲۹۷)

''(بیت اللہ کے سفر کے دوران) ایک بوڑھے کو دیکھا جو (ضعف وکمزوری کی وجہ سے) اپنے دو بیٹوں کے درمیان (ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھے) راستہ چل رہا تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ''اسے کیا ہوا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اس شخص نے (بیت اللہ کو) پیادہ پا جانے کی منت مان رکھی ہے۔'' آپ ﷺ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: ''اس طرح اپنے آپ کو عذاب (تکلیف) میں ڈالنے کی اللہ کو پرواہ نہیں ہے۔'' پھر آپ ﷺ نے اس شخص کو سواری پر چڑھنے کا حکم دیا۔'' (بخاری ومسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے اس بوڑھے سے فرمایا کہ: ''بڑے میاں! سواری پر چلو کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے اور (تمہیں تکلیف میں ڈالنے والی) تمہاری اس منت سے بے نیاز ہے۔''

چونکہ وہ شخص اپنے بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے پیادہ پا چلنے سے عاجز ومعذور تھا' اس لیے آپ ﷺ نے اس کو سواری پر چلنے کا حکم فرمایا۔

حضرت امام شافعیؒ نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ ''ایسی منت کی صورت میں سواری پر چلنے کی وجہ سے منت ماننے والے پر (بطور کفارہ) کوئی چیز واجب نہیں ہوتی' لیکن امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس پر جانور (یعنی بکری یا اس کے مثل) ذبح کرنا واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ اس طرح ایک چیز کو اپنے اوپر لازم کر لینے کے بعد اس کو پورا کرنے سے قاصر رہنا ہے' حضرت امام شافعیؒ کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔

نذر ماننے والے کے ورثاء پر نذر پوری کرنا واجب ہے یا نہیں؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَنَّ سَعْدَ بْنِ عُبَادَةَ اِسْتَفْتَى النَّبِيَّ ﷺ فِي نَذْرٍ كَانَ عَلَى أُمِّهِ فَتُوُفِّيَتْ قَبْلَ أَنْ تَقْضِيَهُ فَأَفْتَاهُ أَن يَّقْضِيَهُ عَنْهَا.

(مشکوٰۃ: ج ۲' ص ۲۹۷)

''سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے اس نذر کے بارہ میں مسئلہ پوچھا جو ان کی ماں نے مانی تھی اور اس کو پورا کرنے سے پہلے وہ مر گئی تھیں؛ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے سعد رضی اللہ عنہ کو یہ فتویٰ دیا

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ اپنی ماں کی طرف سے اس نذر کو پورا کریں۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کی نذر کے بارہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں' بعض حضرات تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مطلق نذر مانی تھی' بعض یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے روزے کی نذر مانی تھی' بعض کا قول یہ ہے کہ ان کی نذر غلام کو آزاد کرنے کی تھی' اور بعض یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صدقہ کی نذر مانی تھی' لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ انہوں نے یا تو مالی نذر مانی تھی یا ان کی نذر مبہم تھی۔ چنانچہ اس کی تائید دارقطنی کی روایت کے ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ "ان کی طرف سے پانی پلاؤ۔"

اگر کسی شخص نے کوئی نذر مانی ہو اور اس نذر کو پورا کرنے سے پہلے مر گیا ہو تو اس کے بارہ میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس شخص کے وارث پر اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے' جبکہ وہ نذر غیر مالی ہو' اسی طرح اگر نذر مالی ہو اور اس میت نے کچھ ترکہ نہ چھوڑا ہو تو اس صورت میں بھی اس کے وارث پر اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہوگا۔ البتہ مستحب ہوگا۔ لیکن علماء ظواہر اس حدیث کے ظاہری مفہوم کے بموجب یہ کہتے ہیں کہ وارث پر اس نذر کو پورا کرنا واجب ہوگا۔ جمہور علماء کی دلیل یہ ہے کہ اس نذر کو خود وارث نے اپنے اوپر لازم نہیں کیا ہے کہ اس کو پورا کرنا اس پر واجب ہو' اور جہاں تک اس روایت کا تعلق ہے تو اول تو یہ حدیث وجوب پر دلالت ہی نہیں کرتی دوسرے یہ کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ترکہ چھوڑا ہو اور اس ترکہ میں سے ان کی نذر پوری کرنے کا حکم دیا گیا ہو یا یہ کہ محض تبرعاً یہ حکم دیا گیا ہو۔

اپنا سارا مال خیرات کر دینے کی ممانعت:

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ مِنْ تَوْبَتِيْ اَنْ اَنْخَلِعَ مِنْ مَالِيْ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صَدَقَةً إِلَى اللّٰهِ وَإِلَى رَسُوْلِهِ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: "أَمْسِكْ بَعْضَ مَالِكَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ". قُلْتُ: فَإِنِّيْ أَمْسِكُ سَهْمِيَ الَّذِيْ بِخَيْبَرَ. (مشکوۃ: ج ۲' ص ۲۹۷)

"میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری مکمل اور پوری طرح توبہ کا تقاضہ تو یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے دست کش ہو جاؤں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے خیرات کر دوں۔" رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ: "تمہارے حق میں بہتر یہ ہے کہ تم کچھ مال روک لو۔" میں نے عرض کیا' (اچھا) میں اپنا خیبر کا حصہ روک لیتا ہوں۔" (یہ روایت ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے۔)

جب رسول کریم ﷺ غزوۂ تبوک میں تشریف لے گئے تو تین صحابہ' حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ' حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ اور حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ گئے' جب آنحضرت ﷺ واپس تشریف لائے تو ان تینوں صحابہ رضی اللہ عنہم پر بہت خفا ہوئے اور ان لوگوں کو ان تینوں سے بولنے اور بات چیت کرنے سے منع فرما دیا' یہ اس صورت حال سے سخت پریشان ہوئے اور اپنی اس کوتاہی اور ندامت و شرمساری کے ساتھ بارگاہِ حق جل مجدہٗ میں دعاء وزاری اور توبہ و استغفار کرنے لگے۔ چند دنوں کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی اور ان کے حق میں یہ آیت ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا﴾ الآیہ۔ نازل ہوئی' چنانچہ اسی موقع پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اس معافی کے شکرانہ کے طور پر اور اپنی توبہ کو کامل کرنے کے لیے یہ چاہتا ہوں کہ میرے پاس جو کچھ مال ہے سب صدقہ و خیرات کر دوں۔ جس پر انہیں یہ حکم دیا گیا کہ کچھ مال بچا کر رکھ لو۔

بظاہر اس حکم کا مقصد یہ تھا کہ دو تہائی مال روک کر ایک تہائی مال صدقہ کر

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو۔ نیز آنحضرت ﷺ نے ان کو سارا مال صدقہ کرنے سے اس لیے منع کیا کہ مبادا انہیں اپنی ضروریاتِ زندگی کے لیے کچھ مال کی احتیاج ہو اور اس صورت میں صبر وتوکل کا دامن ان کے ہاتھ سے چھوٹ جائے' اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ ایسے معاملات میں ہر شخص کے مرتبہ ومقام کو مدنظر رکھ کر ہی کوئی حکم دیتے تھے۔ چنانچہ ایک طرف تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کو اپنا سارا مال صدقہ کرنے سے منع کر دیا تو دوسری طرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال ہے کہ جب انہوں نے اپنا سارا مال واسباب آنحضرت ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا اور سب کچھ اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا تو آپ ﷺ نے ان کو اس سے منع نہیں کیا' کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان بالکل جداگانہ تھی۔ وہ صبر وتوکل' راضی برضا مولیٰ کے جس اونچے مرتبہ پر فائز تھے اس کی بنا پر اس کا ہلکا سا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ کسی بھی مرحلہ پر اپنی اور اپنی کسی بھی سخت سے سخت ضرورت کے موقع پر صبر وتوکل کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیں گے۔

صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو اس باب میں شاید اس لیے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا مذکورہ قول نذر کے مشابہ ہے' بایں طور کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر ایک ایسے امر کو (یعنی اپنا مال اللہ کی راہ میں دے دینے کو) واجب کیا۔ جو ایک مخصوص صورتِ حال (یعنی قبولیت توبہ) کی وجہ سے ان پر مطلقاً واجب نہیں تھا۔

صرف اسی نذر کو پورا کرو جو جائز ہے:

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ:

رسول کریم ﷺ کے زمانے میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ ''بوانہ'' میں (جو مکہ کے نشیبی علاقہ میں واقع ہے ایک جگہ کا نام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا) اونٹ ذبح کرے گا' پھر وہ شخص رسول کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو اپنی (نذر کی) خبر کر دی۔ رسول کریم ﷺ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) دریافت فرمایا کہ "کیا زمانۂ جاہلیت میں اس مقام پر کوئی بت تھا' جس کی پرستش کی جاتی تھی؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ "کیا وہاں کفار کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے (اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ: "تم اپنی نذر کو پورا کرو' کیونکہ اس نذر کو پورا کرنا جائز نہیں ہے' جہاں کوئی گناہ کی بات ہو' نیز ابن آدمی پر اس چیز کی نذر کو پورا کرنا بھی ضروری نہیں ہے جو اس کی ملکیت میں نہ ہو۔" (مشکوۃ: ج ۲' ص ۲۹۸)

اس جگہ کے بارہ میں آپ ﷺ کے سوال کا مقصد یہ تھا کہ اگر وہاں زمانۂ جاہلیت میں کوئی بت تھا جس کی پرستش کی جاتی تھی' یا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا جہاں وہ سیر تماشے اور ناچ گانے میں مشغول ہوتے تھے تو اس صورت میں اس شخص کو اپنی نذر پوری کرنے کی اجازت نہ دی جائے تاکہ اس طرح کفار کے ساتھ مشابہت نہ ہو' لیکن جب آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ وہاں ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی نہیں تھی تو آپ ﷺ نے اس شخص کو نذر پوری کرنے کا حکم دیا۔

دف بجانے کی نذر کو پورا کرنے کا حکم:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

"ایک عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے یہ نذر مانی ہے کہ (جب آپ جہاد سے واپس تشریف لائیں تو) میں آپ کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے دف بجاؤں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم اپنی نذر پوری کرو۔“ (ابوداود) اور رزینؒ نے اس روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں کہ اس عورت نے (یہ بھی) کہا کہ ”اور میں نے یہ نذر مانی ہے کہ میں فلاں فلاں مقام پر جہاں زمانۂ جاہلیت میں لوگ جانور ذبح کرتے تھے جانور ذبح کروں۔“ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”کیا وہاں زمانۂ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا؟“ اس عورت نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ ”کیا وہاں کفار کے میلوں میں سے کوئی میلہ لگتا تھا؟“ عورت نے کہا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اپنی نذر پوری کرو۔“ (مشکوٰۃ: ج ۲، ص ۲۹۸)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دف بجانا مباح ہے۔ جو حضرات یہ فرماتے ہیں کہ صرف اس چیز کی نذر ماننی چاہئے جو طاعت (یعنی بھلائی) کی قسم سے ہو وہ اس حدیث کے بارہ میں یہ وضاحت کرتے ہیں کہ اگرچہ دف بجانا کوئی طاعت نہیں ہے بلکہ مباح ہے لیکن اس عورت نے چونکہ آنحضرت ﷺ کے تئیں اپنے جذبات عقیدت ومحبت کی بنا پر یہ نذر مانی تھی کہ آنحضرت ﷺ جب جہاد کے معرکوں سے فارغ ہوکر خیر وعافیت کے ساتھ واپس تشریف لائیں گے تو میں دف بجاؤں گی، لہٰذا اس اعتبار سے اس دف کا بجانا بھی گویا طاعت کی قسم سے ہوا۔

تہائی مال سے زیادہ صدقہ کرنے کی ممانعت:

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ إِنَّ مِنْ تَوْبَتِي أَنْ أَهْجُرَ دَارَ قَوْمِي الَّتِي أَصَبْتُ فِيهَا الذَّنْبَ وَأَنْ أَنْخَلِعَ مِنْ مَالِي كُلِّهِ صَدَقَةً. قَالَ يُجْزِئُ عَنْكَ الثُّلُثُ“. (مشکوٰۃ: ج ۲، ص ۲۹۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ میری تمام وکمال توبہ یہ ہے کہ میں اپنی قوم کا گھر چھوڑ دوں جہاں مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے اور یہ کہ میں اپنے تمام مال کی خیرات کر کے اس سے دست کش ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تہائی مال کا صدقہ تمہارے لیے کافی ہے۔''

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ اسلامی تاریخ کا ایک بڑا عجیب' سبق آموز اور عدیم المثال واقعہ ہے' اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا جو یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ تو بنو قریظہ نے یہ پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے صحابی ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ہمارے پاس بھیج دیجئے تا کہ ہم اپنے بارہ میں ان سے مشورہ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے اس پیغام کو منظور فرمایا اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیج دیا۔ جب بنو قریظہ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو ان کے مرد وعورت اور بچے بوڑھے سب ہی ان کے آگے رونے گڑگڑانے لگے ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا دل پسیج گیا' پھر انہوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر ہم محمد ﷺ کے حکم کو مان لیں اور اپنے آپ کو ان کے حوالہ کریں تو ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ اس کے جواب میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق پر ہاتھ پھیر کر ظاہر کیا کہ تمہیں ذبح کر ڈالیں گے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات کہی اور ہنوز وہاں سے قدم نہیں اٹھایا تھا کہ میں متنبہ ہوا اور اس بات پر سخت نادم ہوا کہ تو نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بارہ میں خیانت کی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ...... ﴾ (۲۷) (المائدة)

''اے ایمان والو! نہ تو اللہ اور رسول کی امانت (یعنی ان کے پیغام

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحکام) میں خیانت کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔''

پھر کیا تھا' ایسا لگا جیسے احساس ندامت وشرمندگی نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے قلب وشعور پر بجلی گرادی ہو' وہ بیتاب ہوگئے اور دیوانہ وار مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا اور یہ اعلان کیا کہ جب تک کہ میں توبہ نہ کرلوں اور پھر جب وہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ کرلے مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ جب نماز کا وقت آتا تو ان کے بیٹے آتے اور ان کو کھول دیتے' پھر جب وہ نماز پڑھ لیتے ان کے ہاتھ باندھ دیتے۔ لوگ ان کے پاس آتے تو کھولنے کے لیے کہتے تو انکار کردیتے اور فرماتے کہ جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود آکر نہ کھولیں گے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا۔ چنانچہ مسلسل سات دن تک اسی طرح اس ستون سے بندھے کھڑے رہے یہاں تک کہ غش کھا کر گر پڑے' آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی' اس کے بعد لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے' اب تو اپنے آپ کو کھول ڈالو' انہوں نے کہا اللہ کی قسم جب تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے مجھے نہیں کھولیں گے میں خود اپنے آپ کو ہرگز نہیں کھولوں گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا' اسی موقع پر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ اپنی توبہ کو کامل کرنے کے لیے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ مجھے اپنے سارے اثاثہ سے دست کش ہونا چاہیے۔ چنانچہ اول تو میں اپنا وہ آبائی اور قومی گھر چھوڑ رہا ہوں جو بنی قریظہ کے قبیلے میں واقع ہے اور دوسرے میں اپنا وہ تمام مال واسباب اللہ کی راہ میں خیرات کردینا چاہتا ہوں۔

گھر چھوڑنے کے لیے ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اس لیے کہا کہ وہ اس جگہ سے دور ہوجائیں جہاں شیطان نے ان پر غلبہ حاصل کرکے ان کو گناہ میں مبتلا کیا اور اس گناہ کا ظاہری سبب بنو قریظہ کے تئیں ان کا جذبہ ہمدردی تھا اور اس جذبہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمدردی کا اظہار انہوں نے اس لیے کیا کہ ان کے اہل وعیال اور مال واسباب سب کچھ بنو قریظہ کے قبضہ میں تھا۔ گھر چھوڑنے کے بارہ میں آنحضرت ﷺ نے کیا حکم دیا کہ اس کا حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہے' بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا گھر چھوڑ دینا طاعت کی قسم سے تھا' اس لیے آپ ﷺ نے اس کو جائز رکھا' البتہ صدقہ کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ حکم دیا کہ سارا مال خیرات کرنے کی ضرورت نہیں ہے' بلکہ اپنے سارے مال کا تہائی حصہ خیرات کرنا حصول مقصد کے لیے کافی ہے۔

کسی خاص جگہ پر نماز پڑھنے کی نذر ماننا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَجُلاً قَامَ يَوْمَ الْفَتْحِ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنِّيْ نَذَرْتُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنْ فَتَحَ اللهُ عَلَيْكَ مَكَّةَ أَنْ أُصَلِّيَ فِيْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ رَكْعَتَيْنِ. قَالَ: "صَلِّ هٰهُنَا". ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ. فَقَالَ: "صَلِّ هٰهُنَا". ثُمَّ أَعَادَ عَلَيْهِ. فَقَالَ: "إِذًا شَأْنُكَ".

"فتح مکہ کے دن ایک شخص مجلس نبوی ﷺ میں کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے اللہ عز وجل سے یہ نذر مانی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ کی فتح عطا کرے گا تو میں بیت المقدس میں دو رکعت نماز پڑھوں گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "تم اسی جگہ (مسجد حرام میں) نماز پڑھ لو۔" (کیونکہ یہاں نماز پڑھنا افضل ہے۔ باوجودیکہ بیت المقدس جا کر وہاں نماز پڑھنے کی بہ نسبت یہاں نماز پڑھ لینا زیادہ آسان وسہل ہے) اس شخص نے پھر یہی عرض کیا' آنحضرت ﷺ نے یہی جواب دیا کہ "اس جگہ نماز پڑھ لو۔" جب اس نے تیسری مرتبہ بھی یہی عرض کیا تو آپ ﷺ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا کہ "اب تمہیں اختیار ہے۔" (یعنی اگر تم یہاں نماز پڑھنا نہیں چاہتے تو تم جانو تمہیں اپنی نذر کے مطابق بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا اختیار ہے۔)

شرح السنہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے اور پھر اس نماز کو مسجدِ حرام میں پڑھ لے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی، لیکن اگر اس نماز کو وہ مسجد اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں پڑھے گا تو نذر پوری نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی نذر مانے اور پھر اس نماز کو مسجد حرام میں یا مسجد نبوی ﷺ میں پڑھ لے تو اس کی نذر پوری ہو جائے گی۔ گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی جگہ نماز پڑھنے کی نذر مانی جائے اور اس نماز کو کسی ایسی دوسری جگہ پڑھ لیا جائے جو اس جگہ سے زیادہ فضیلت کی حامل ہو تو نذر پوری ہو جائے گی۔ لیکن احناف کے نزدیک کم فضیلت والی جگہ میں بھی نماز پڑھنے سے نذر پوری ہو جائے گی۔ (مظاہر حق: ج ۳، ص ۵۰۶)

نذر کا کوئی جزو اگر ناممکن العمل ہو تو اس کا کفارہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ:

أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ مَاشِيَةً وَأَنَّهَا لَا تُطِيقُ ذٰلِكَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: "إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنْ مَشْيِ أُخْتِكَ فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً". (رواہ ابوداود والدارمی) وَفِي رِوَايَةٍ لِأَبِي دَاوٗدَ: فَأَمَرَهَا النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تَرْكَبَ وَتُهْدِيَ هَدْيًا. وَفِي رِوَايَةٍ لَّهُ: فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: "إِنَّ اللهَ لَا يَصْنَعُ بِشَقَاءِ أُخْتِكَ شَيْئًا فَلْتَحُجَّ رَاكِبَةً وَّتُكَفِّرْ يَمِيْنَهَا". (مشکوۃ: ج ۲، ص ۲۹۸)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر مانی کہ وہ پیدل حج کریں گے، لیکن وہ اس کی طاقت نہیں رکھتی تھیں۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے) فرمایا کہ "بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بہن کے پیدل جانے کی پرواہ نہیں ہے۔ لہٰذا انہیں چاہئے کہ وہ (جب پیدل نہ چل سکیں تو) سواری پر بیٹھ جائیں اور (اس کے مال کے کفارہ کے طور پر) بدنہ ذبح کریں۔ (حنفیہ کے نزدیک بدنہ سے مراد اونٹ یا گائے ہے۔ لیکن شوافع کے نزدیک بدنہ کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے۔) (ابوداوُد دارمی) ابوداود ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمہاری بہن کو اس کی مشقت کا کوئی ثواب نہیں دے گا۔ (یعنی تمہاری بہن جو اس طرح مشقت برداشت کریں گی اس کا انہیں کچھ ثواب نہیں ملے گا۔)

"ہدی" اس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کرنے کے لیے حرم بھیجا جائے۔ ہدی کا کم سے کم درجہ بکری ہے اور اس کا اعلیٰ درجہ بدنہ یعنی اونٹ یا گائے ہے۔ اس حدیث میں بدنہ ذبح کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بطور استحباب ہے۔ قاضیؒ کہتے ہیں کہ پیادہ پا حج کے لیے جانا چونکہ طاعات کی قسم سے ہے اس لیے اس کی نذر پوی کرنا واجب ہے اور اس کے ساتھ ہر وہ عمل لاحق ہو جاتا ہے جس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے۔ اِلاّ یہ کہ کوئی شخص اس کی ادائیگی سے عاجز ہو۔ لہٰذا ترک کی صورت میں فِدیہ (کفارہ) واجب ہوگا۔ اب اس بارہ میں اختلاف ہے کہ بطور کفارہ کس جانور کو ذبح کرنا واجب ہوگا؟ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس حدیث کے بموجب بدنہ واجب ہوگا' بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ جس طرح میقات سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے بکری واجب ہوتی ہے اسی طرح اس صورت میں بھی بکری واجب ہوگی۔ انہوں نے اس حدیث میں بدنہ ذبح کرنے کے حکم کو استحباب پر محمول کیا ہے۔ یہی قول حضرت امام مالکؒ کا بھی ہے۔ بلکہ

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کا قول بھی یہی ہے۔

''اور اپنی قسم کا کفارہ دیں۔'' کے بارہ میں زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس حکم میں ''کفارہ'' سے مراد کفارۂ جنایت ہے اور وہ ہدی ہے۔ یا روزہ ہے جو ہدی کا قائم مقام ہے۔ اور جس کا ذکر بھی اگلی حدیث میں کیا گیا ہے۔ ''کفارہ'' کے بارہ میں یہ تاویل اس لیے کی جاتی ہے تاکہ یہ روایت اس بارہ میں منقول دوسری روایتوں کے مطابق ہو جائے' حاصل یہ کہ یہاں ''قسم کے کفارہ'' سے وہ کفارہ مراد نہیں ہے جو قسم توڑنے کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔

ناجائز نذر کا کفارہ دینا واجب ہے:

حضرت سعیدؒ بن میسب کہتے ہیں کہ:

أَنَّ أَخَوَيْنِ مِنَ الْأَنْصَارِ كَانَ بَيْنَهُمَا مِيرَاثٌ فَسَأَلَ أَحَدُهُمَا صَاحِبَهُ الْقِسْمَةَ. فَقَالَ: إِنْ عُدْتَ تَسْأَلُنِي الْقِسْمَةَ فَكُلُّ مَالٍ لِي فِي رِتَاجِ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: إِنَّ الْكَعْبَةَ غَنِيَّةٌ عَنْ مَالِكَ' كَفِّرْ عَنْ يَمِينِكَ وَكَلِّمْ أَخَاكَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: ''لَا يَمِينَ عَلَيْكَ وَلَا نَذْرَ فِي مَعْصِيَةِ الرَّبِّ وَلَا فِي قَطِيعَةِ الرَّحِمِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ''. (مشکوۃ: ج۲' ص۲۹۸)

دو انصاری بھائیوں کو کسی کی میراث ملی تھی (جسے ان دونوں کے درمیان تقسیم ہونا باقی تھا) چنانچہ ان دونوں میں سے ایک بھائی نے ایک دوسرے بھائی سے اس میراث کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا تو اس دوسرے بھائی نے کہا کہ (میں یہ نذر مانتا ہوں کہ) اگر اب تم پھر مجھ سے تقسیم کا مطالبہ کرو گے تو میرا سارا مال کعبہ میں خرچ کیا جائے گا۔ (جب یہ صورت حال) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (کے علم میں آئی تو انہوں) نے فرمایا کہ: کعبہ تمہارے مال سے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بے پرواہ ہے۔ (یعنی کعبہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تم اپنا مال اس کی نذر کرو۔ اور چونکہ تمہارے اوپر اس نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے اس لیے) تم اپنی قسم کا (یعنی اس ناجائز نذر کا) کفارہ ادا کرو اور (جب تمہارا بھائی اس میراث کو تقسیم کرنے کا مطالبہ کرے تو اس معاملہ میں) تم اپنے بھائی سے بات چیت کرو۔ (یعنی اس میراث کو تقسیم کر کے اس کا مطالبہ پورا کرو۔) کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''تم پر اس قسم (یعنی اس طرح کی نذر) کو پورا کرنا واجب نہیں ہے اور پروردگار کی معصیت کی نذر جائز نہیں ہے۔ (یعنی جس نذر کا تعلق پروردگار کی نافرمانی اور کسی گناہ سے ہو اس کو پورا کرنا چاہیے) اور نہ اس نذر کو پورا کرنا چاہیے جو قرابت داری کو منقطع کرنے سے متعلق ہو اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا بھی جائز نہیں ہے۔'' (بلکہ جو نذر ناجائز ہونے کی وجہ سے پوری نہ کی جائے اس کا کفارہ دینا واجب ہے۔)

رتاج الکعبۃ کا لفظی ترجمہ ہے۔ ''کعبہ کا دروازہ۔'' کیونکہ ''رتاج'' بڑے دروازے (پھاٹک) کو کہتے ہیں' لیکن ''رتاجِ کعبہ'' سے کعبہ کا دروازہ مراد نہیں ہے' بلکہ نفس کعبہ مراد ہے۔

جائز اور ناجائز نذر:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ:

''اَلنَّذْرُ نَذْرَانِ فَمَا كَانَ مِنْ نَّذْرٍ فِیْ طَاعَةِ اللهِ فَذٰلِكَ لِلّٰهِ وَفِيْهِ الْوَفَاءُ. وَمَا كَانَ مِنْ نَّذْرٍ فِیْ مَعْصِيَةِ اللهِ فَذٰلِكَ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِلشَّیطَانِ وَلَا وَفَاءَ فِیهِ وَیُکَفِّرُہُ مَا یُکَفِّرُ الْیَمِینَ"۔

(مشکوٰۃ: ج۲، ص۲۹۸)

''نذر دو قسم کی ہے (ایک تو یہ کہ) کوئی شخص طاعت (یعنی حق تعالیٰ کی بندگی) کی نذر مانے، یہ نذر خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے، اس طرح کی نذر کو پورا کرنا واجب ہے، اور دوسری یہ کہ کوئی شخص گناہ کی نذر مانے، یہ نذر شیطان کے لیے ہے اس طرح کی نذر کو پورا کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ ایسی صورت میں وہ کفارہ ادا کیا جائے جو قسم توڑنے کی صورت میں دیا جاتا ہے۔''

جان قربان کرنے کی نذر کا مسئلہ:

حضرت محمد بن منتشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ:

إِنَّ رَجُلاً نَذَرَ أَنْ یَّنْحَرَ نَفْسَهُ إِنْ نَّجَّاهُ اللّٰهُ مِنْ عَدُوِّهٖ فَسَأَلَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ لَهُ: سَلْ مَسْرُوْقًا. فَسَأَلَهُ فَقَالَ: لَا تَنْحَرْ نَفْسَكَ فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ مُؤْمِنًا قَتَلْتَ نَفْسًا مُؤْمِنَةً وَإِنْ كُنْتَ كَافِرًا تَعَجَّلْتَ إِلَى النَّارِ وَاشْتَرِ كَبْشًا فَاذْبَحْهُ لِلْمَسَاكِيْنِ فَإِنَّ إِسْحٰقَ خَيْرٌ مِّنْكَ وَفُدِيَ بِكَبْشٍ فَأَخْبَرَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: هٰكَذَا كُنْتُ أَرَدْتُ أَنْ أُفْتِيَكَ. (مشکوٰۃ: ج۲، ص۲۹۸)

ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو دشمن سے نجات دلا دے تو وہ اپنے آپ کو ذبح کر ڈالے گا، چنانچہ جب اس کو اپنے دشمن سے نجات مل گئی تو (اس نے اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے فرمایا کہ یہ مسئلہ مسروق رحمۃ اللہ علیہ (تابعی) سے پوچھو، اس شخص نے مسروق سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''تم اپنے آپ کو ذبح نہ کرو،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اگر تم مسلمان ہوتو (اس صورت میں) تم ایک مسلمان کو قتل کرنے کے مرتکب ہو گے اور اگر تم کافر ہو تو (اس صورت میں گویا) تم دوزخ میں جانے میں جلدی کرو گے' لہٰذا تمہارے بارہ میں یہ حکم ہے کہ (تم دنبہ خرید کر مسکینوں کے لیے اس کو ذبح کرو۔ حضرت اسحٰق علیہ السلام تم سے بہتر تھے جن کا بدلہ ایک دنبہ کو قرار دیا گیا' جب اس شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو (حضرت مسروقؒ کے اس فتویٰ سے آگاہ کیا) تو انہوں نے فرمایا کہ حقیقت یہی ہے' میں خود تمہیں یہی فتویٰ دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔

حضرت مسروقؒ بن اجدع کا شمار اونچے درجہ کے تابعین میں ہوتا ہے۔ ان کی علمی فضیلت اور فقہی حیثیت اپنے زمانہ میں ایک امتیازی شان رکھتی تھی۔ مرۃ بن شرحبیلؒ کا قول ہے کہ کسی ہمدانی عورت نے مسروقؒ جیسا سپوت نہیں جنا' انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا۔ مگر دربار رسالت میں حاضری کی سعادت سے محروم رہے تھے۔ چونکہ انہوں نے چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تحصیل علم کیا تھا اس لیے جب اس شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے اپنی جلالت علم کے باوجود اس شخص کو حضرت مسروقؒ سے مسئلہ پوچھنے کے لیے کہا۔ اس سے جہاں حضرت مسروقؒ کی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے' وہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے جذبۂ احتیاط اور ان کے کمال صبر و دیانت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

حدیث میں جس شخص کا ذکر کیا گیا ہے اس کو اپنے دشمن کے ہاتھوں مرنا نہایت شدید اور فضیحت ناک معلوم ہوتا تھا' چنانچہ اس نے التجا کی کہ ''پروردگار! اصل موت مجھ پر سخت نہیں ہے اور نہ میں اپنی زندگی کے خاتمہ سے گھبراتا ہوں'

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اپنی جان اپنے ہاتھوں تجھے سونپتا ہوں اور اپنے آپ کو تیرے نام پر قربان کرتا ہوں، لیکن دشمن کے ہاتھوں مرنا مجھ پر سخت شاق ہے۔ اس لیے اگر تو مجھے دشمن سے نجات دے گا تو میں اپنے آپ کو تیرے نام پر قربان کر دوں گا۔"

یہ تو گویا اس کا جذبہ اور اس کی ایک طبعی خواہش تھی، لیکن اس نے یہ نہیں جانا کہ اپنے آپ کو ہلاک کر لینا اس سے کہیں زیادہ سخت اور حرام ہے، چنانچہ حضرت مسروقؒ نے اس کے سامنے اس مسئلہ کو بڑے لطیف انداز میں واضح کیا کہ:

"اگر تم مسلمان ہو اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالتے ہو تو اس طرح درحقیقت تم ایک مسلمان کو قتل کرنے کے مرتکب گردانے جاؤ گے اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ نفس مؤمن کو قتل کرنے والے کے بارہ میں اس آیت کریمہ ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ وَمَن يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا......الخ﴾ کے بموجب دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید بیان کی گئی ہے، اور اگر تم کافر ہو تو اس صورت میں تمہارا اپنے آپ کو قتل کر دینا اس بات کے مرادف ہوگا کہ تم دوزخ میں جانے میں جلدی کر رہے ہو، کیونکہ اگر تم بقید حیات رہتے ہو تو عجب نہیں کہ حق تعالیٰ تمہیں راہ ہدایت سے نوازے اور تم اسلام قبول کر کے دائمی نجات پا جاؤ۔" بہرحال کسی بھی صورت میں تمہارا اپنے آپ کو قتل کر دینا نہ صرف یہ کہ نامشروع ہے بلکہ غیر معقول بھی ہے۔

حدیث کا یہ جملہ "حضرت اسحٰق علیہ السلام تم سے بہتر تھے جن کا بدلہ ایک دنبہ کو قرار دیا گیا تھا۔" بعض علماء کے اس قول پر مبنی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو خواب دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہا ہوں تو وہ بیٹے حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔ لیکن اس بارہ میں مشہور و مختار اور صحیح قول یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں جس بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تھا وہ حضرت اسمٰعیل،

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علیہ السلام تھے۔ چنانچہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے کہ اس واقعہ میں اہل کتاب نے سخت تحریف وتکذیب سے کام لیا ہے' سابقہ آسمانی کتابوں میں اصل نام اسمٰعیل علیہ السلام تھا جس کو اہل کتاب نے حذف کر کے اسحٰق علیہ السلام بنا دیا۔ (مظاہر حق: ج ۳' ص ۵۱۰)

تَمَّتِ الرِّسَالَةُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصّٰلِحٰتُ ○

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد علی جانباز

حفظہ اللہ تعالیٰ

کی دیگر علمی اور تحقیقی تصانیف

- انجاز الحاجة
  شرح سنن ابن ماجہ (عربی)
- اہمیتِ نماز
- صلوٰۃ المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- آلِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
- اَحکامِ سفر
- نفحات العطر فی تحقیق مسائلِ عید الفطر
- اَحکامِ دُعاء اور توسل
- اَحکامِ نکاح
- اَحکامِ وقف و ہبہ
- توہین رسالت کی شرعی سزا
- ارکانِ اسلام
- تحفۃ الوریٰ فی تحقیق مسائلِ عید الاضحیٰ
- دورانِ خطبہ جمعہ دو رکعت پڑھنے کا حکم
- صفات المومنین
- اَحکامِ طلاق
- حُرمتِ متعہ بجواب حلتِ متعہ
- اسلام میں صلہ رحمی کی اہمیت
- اَحکامِ عدت
- رزق حلال اور رشوت

ناشر: ادارہ جامعہ رحمانیہ (رجسٹرڈ)
4591911
ناصر روڈ۔ سیالکوٹ